

ایمان بالغیب اور فتنہ الحاد... ایک تحقیقی جائزہ

☆ نبیلہ لیاقت

اہتمامیہ

ذک الکتاب لاریب فیہ ہدی للمتقین الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ و یمارز قنصم بنفقون (1)

دنیا بھر میں ایمان کی اہمیت ہمیشہ سے مسلم رہی ہے اس کے ذریعے ان میں مثبت و فعال شعوری وحدت پائی جاتی ہے یہی کمالیت عقیدہ اسلامی امتیازی خصوصیت ہے جس کو اپنا کر انسان انسانیت میں ممتاز ہو جاتا ہے

"یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں ہدایت ہے پرہیز گاروں کے لیے چوہ پرہیز گار جو یقین کرتے ہیں بے دیکھی چیزوں کا"

یعنی کہ جو محسوسات کے پردے ان کے ارواح اور مبداء فیض کے درمیان حائل نہیں ہوتے اور نہ ہی ان کے ارواح اور عالم بالا کے درمیان حس کی دبیز رکاوٹیں کھڑی ہوتی ہیں

در حقیقت ایمان بالغیب ہی وہ سرحد ہے جس سے گزر کر انسان "انسان" بنتا ہے کیونکہ حیوان اپنے محسوسات سے ماورا کا ادراک نہیں کر سکتا جبکہ انسان کو ادراک حاصل ہے کہ کائنات، رنگ و بو اسکے محسوسات سے ماورا بڑی وسیع اور پھیلی ہوئی ہے۔

اپنے محسوسات سے ماورا کا ادراک پوری انسانیت پر اور انسانیت کی ہر فرد واحد پر بڑے گہرے اثرات مرتب کرتا ہے اسے محسوس ہوتا ہے کہ اس کی مختصر سی عمر کائنات کی وسعتوں کا اندازہ کرنے سے قاصر ہے اور وسیع کائنات کے پس پردہ ایک بہت بڑی حقیقت ہے جس کے حکم پر اس کا کئی کئی نظام چل رہا ہے اور وہ عظیم حقیقت خود ذات الہیہ ہے جو نگاہوں سے ماورا اور عقل کی جولا نگاہ سے بہت دور ہیں ایمان بالغیب سے انسان کی محدود فکری قوتوں کو غیر ضروری کاوشوں میں ضائع ہونے سے محفوظ رکھتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو فکری قوتیں عطا فرمائی ہیں وہ اس مقصد کے لیے ہے کہ انسان دنیا میں اللہ تعالیٰ کے خلاف اور اس کی نیابت کے فرائض انجام دے اور اس زندگی کے نشوونما میں مصروف رہے اور اس عمل کے لیے اس روحانی قوت سے مدد حاصل کرے جو روحانی قوت براہ راست اس کائنات اور خالق کائنات سے متعلق ہے اور اس نامعلوم غیب کو چھوڑ دی جس کے ادراک سے عقل انسانی عاجز ہے

حقیقت یہ ہے کہ اس زندگی میں محدود طاقتوں والی عقل سے محسوسات کی ماورا امور میں تعمق ایک بیکار اور لالی یعنی کاوش ہے کیونکہ اس کاوش سے انسانی قوتوں کا ایسے کاموں میں ضیاع ہوتا ہے جن کے لیے قوت انسان کو نہیں عطا کی گئی عرض ایمان بالغیب انسانیت اور حیوانیت کے درمیان ایک حد فاصل

ہے مگر آج کے مادہ پرست اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ انسان کو دوبارہ حیوانوں کے گلے میں شامل کر دے اسی کا نام ترقی لکھتے ہیں حالانکہ یہ منزل ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو محفوظ رکھا ہے اور ان کے اولین صفت قرار دی ہے کہ وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ (2)

تاہم جدید دنیا میں جہاں سائنسی ترقیات، مادیت پرستی اور لادینیت کے رجحانات غالب ہیں اور بے شک یہ دور جدید سائنس اور ٹیکنالوجی کا دور ہے کیونکہ جدید علوم نے انسان کو کائنات کے بہت سے رازوں سے آگاہ کیا ہے لیکن اس تمام صورتحال میں ساتھ ساتھ ایک اور رجحان بھی سامنے آیا ہے اور وہ ہے ایمان بالغیب کو چیلنج کرنے والے نظریات اور فکری رجحانات جس کو ہم "الحاد" کے نام سے جانتے ہیں۔ اس کے تحت بہت سے لوگ اور گروہ اسلام کی بنیادوں کو سوالیہ نشان بناتے ہیں ان کے نزدیک ہر عقیدے اور نظریے کی بنیاد عقل پر ہے جس چیز کا ادراک عقل ناکر سکے اس چیز کی کوئی بنیاد نہیں لیکن کیا عقل زندگی کے تمام سوالوں کا جواب دے سکتی ہے؟ کیا انسان صرف مادے سے بنا ہے یا اس کے اندر کوئی روحانی پہلو بھی ہے؟

"الحاد" ایک ایسا فکری طوفان ہے جو مذہب اور خصوصاً اسلام کو حقیقت سے متنازعہ قرار دینے کی کوشش کرتا ہے اس کے ذریعے سے تمام مذاہب بالخصوص دین اسلام کے پیروکاروں کو ان کے بنیادی عقائد و افکار سے منحرف کرنے کی کوشش جاری و ساری ہے اس مقصد کے لیے تمام ذرائع و ابلاغ کو الحاد کے رکھوالے استعمال کر رہے ہیں ایسے حالات میں ضرورت ہے کہ فتنہ الحاد کا بھرپور مقابلہ کیا جائے اور معاشرے میں اس کے بڑھتے ہوئے اثرات کو روکا جائے ورنہ تو اب ہی سے ایسی نوجوان نسل کی تربیت ہو رہی ہے جو زمینی تسلسل کے بغیر کسی شے کا تصور نہیں کرتے اور نہ ہی بنا علت کی معلول کی وضاحت کر سکتے ہیں ان کے دعویٰ کے نزدیک ہر واقعہ سائنسی اصولوں اور فطری قوانین سے وضاحت پذیر ہیں اسی طرح کے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ "

وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِذْ قَالُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ بَشَرٍ مِّن شَيْءٍ قُلْ مَن أَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَىٰ نُورًا وَهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُونَهُ قُرْآنًا وَيَسْتَكْبِرُونَ كَثِيرًا
وَعَلَّمْتُم مَّا لَمْ تَعْلَمُوا إِنْتُمْ وَلَا آبَاءُكُمْ قُلِ اللَّهُ شَمَّ ذُرِّهِمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ" (3)

اس ہی بنا پہ اس بات کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے کہ اس فتنے پر کام کیا جائے اس فتنے کے شکار افراد کا علاج کیا جائے اس کے بانویوں کے بے بنیاد اشکالات کا دندان شکن جواب دیا جائے اس تحقیقی مقالہ میں بھی انشاء اللہ ایمان بالغیب کے مفہوم اور اس کی اہمیت اور فتنے الحاد کے مختلف پہلوؤں کا

جائزہ لیں گے اور میں پوری کوشش کروں گی کہ ایمان بالغیب کی حقیقت اور الحاد کے عقائدی دو نظریات کو بے بنیاد ثابت کروں اور ان شاء اللہ یہ مقالہ اس کی حقیقت کو واضح کرنے کے لیے بے حد مفید ثابت ہو گا۔

1. قرآن و حدیث میں ایمان بالغیب کی تعریف

"علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

ایمان امن سے ماخوذ ہے اور امن کا معنی ہے: نفس کا مطمئن ہونا اور خوف کا رائل ہونا، امن، امانت اور امان اصل میں مصادر ہیں، امان انسان کی حالت امن کو کہتے ہیں، انسان کے پاس جو چیز حفاظت کے لیے رکھی جائے اس کو امانت کہتے ہیں، قرآن مجید میں ہے:

(آیت) ”یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ والرسول و تحونوا انتم“۔ (4)

اور دین کی خاص اصطلاح میں ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے پیغمبر ایسی حقیقتوں کے متعلق جو ہمارے حواس اور آلات ادراک کے حدود سے ماورا ہوں جو کچھ بتلائی ہیں اور ہمارے پاس جو علم اور جو ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائی ہیں ہم ان کو سچا مان کر ان کی تصدیق کریں اور ان کو حق مان کر قبول کر لیں بہر حال شرعی ایمان کا تعلق رسول اور امور غیب ہی سے ہوتا ہے جن کو ہم اپنے آلات احساس و ادراک کے ذریعہ معلوم نہیں کر سکتے مثلاً اللہ اور اس کی صفات اور اس کے احکام اور رسولوں کی رسالت پر وحی کی آمد اور معاد کے متعلق ان کی اطلاعات وغیرہ تو اس قسم کی جتنی باتیں اللہ کے رسول نے بیان فرمائی ان سب کو ان کے سچائی کے اعتماد پر حق جان کر ماننے کا نام اصطلاح شریعت میں ایمان ہے اس آدمی کے مومن ہونے کے لیے ضروری ہے کہ "کلُّ مَا جَاءَ بِهِ الرَّسُولُ مِنَ عِنْدِ اللَّهِ" (یعنی تمام ان چیزوں اور حقیقتوں کی جو اللہ کے پیغمبر اللہ کی طرف سے لائے) تصدیق کی جائے ان کو حق مان کر قبول کیا جائے۔ لیکن ان سب چیزوں کی پوری تفصیل معلوم ہونی ضروری نہیں ہے بلکہ نفس ایمان کے لیے اجمالی تصدیق بھی کافی ہے البتہ کچھ خاص اہم اور بنیادی چیزیں ایسی بھی ہیں کہ ایمانی دائرہ میں آنے کے لیے ان کی تصدیق تعین کے ساتھ ضروری ہے۔ (10) جسے کہ حدیث

جبرائی میں آتا ہے کہ: قال فاخبرني عن الايمان؟ قال ان تؤمن باللّٰه وطلّٰی کتہ وکتبہ ورسلمہ والیوم الاخر و تؤمن بالقدر خیرہ قال صدقت..... الخ

ترجمہ: اس شخص نے عرض کیا کہ اب مجھے بتلائیے کہ "ایمان" کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ تم اللہ کو اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور یوم آخر یعنی روز قیامت کو جانو، اور حق مانو، اور ہر خیر و شر کی تقدیر کو بھی حق جانو اور حق مانو یہ سن کر اس شخص نے کہا آپ نے سچ کہا:

یہ بات ثابت شدہ ہے کہ انسان کے مومن ہونے میں "ایمان بالغیب"

بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان بالغیب کو اولین صفت قرار دیا ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے: الم، ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ، الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ... (2)

غیب ہر اس چیز کو کہتے ہیں جسے انسان اپنی حسی قوتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے بھی حاصل نہ کر سکے، چنانچہ ایمانیات میں غیب سے مراد ماضی و مستقبل سے متعلق ایسی تمام چیزیں لی جاتی ہیں جن کے بارے میں ہمیں وحی نے خبر دی اور وہ چیزیں ہماری کسی بھی قسم کی دسترس سے دور ہیں۔

علامہ واحدی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

“فرمانِ باری تعالیٰ: بِالْغَيْبِ لَفْظٌ غَيْبٌ: عربی زبان کے فعل “غاب یغیب غیباً” کا مصدر ہے، اور یہ ہر اس چیز پر بولا جاتا ہے جسے آپ نہیں دیکھ رہے اور وہ آپ سے غیب ہے۔

اسی طرح قرآن کا اسلوب ہے کہ لفظ کے بلحاظ دوسرا لفظ جو کہ اس کی ضد ہو لایا جاتا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: عَالَمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ یعنی وہ ذات جو ہر غیب اور حاضر چیز کو جانتی ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ غیب وہ ہو گا جو حاضر نہیں ہو گا جبکہ عرب میں غیب سے مراد وہ ہے جو فی الحال مشہود نا ہو۔ اسی طرح عرب لوگ زمین میں پڑے ہوئے کھڈے کو بھی غیب کہتے ہیں، کیونکہ ہموار سطح پر دور سے زمین یا یہ گڑھا نظر نہیں آتا۔۔۔ ابو اسحاق رحمہ اللہ کہتے ہیں: کوئی بھی چیز جس کا صحابہ کرام کو علم نہیں تھا، اور انہیں اس کے متعلق نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تو وہ غیب ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

“ایمان کی بنیاد ایمان بالغیب ہے، جیسے کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: اَلْم، ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ، الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ

جس غیب پر ایمان لایا جاتا ہے وہ وہی عمومی چیزیں ہیں جن کے بارے میں رسولوں نے خبر دی ہے، انہی عمومی چیزوں میں اللہ تعالیٰ پر ایمان، اللہ تعالیٰ کے اسما و صفات پر ایمان، فرشتوں اور جنت و جہنم پر ایمان بھی شامل ہے۔ کیونکہ کسی کے پاس رسالت کا درجہ ہونا بھی غیب سے تعلق رکھتا ہے، ان سب چیزوں کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں کیا ہے: وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالرَّسُوْلِينَ (12) اسی طرح ایمان کا متضاد ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وَمَنْ يُكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَةِ وَكِتٰبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ اَبْعَادًا (13)

غیب پر ایمان درحقیقت ایسا امتحان ہے جس سے سچے اور جھوٹے ایمانی دعویٰ دار میں امتیاز ہوتا ہے۔

الشیخ عبد الرحمن سعدی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

“فرمانِ باری تعالیٰ: الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ یعنی: ”وہ لوگ جو غیب کی باتوں پر یقین رکھتے ہیں“ حقیقتِ ایمان ان امور کی کامل تصدیق کا نام ہے جن کی خبر انبیاء و رسل نے دی ہے یہ تصدیق جو ارح کی اطاعت کو بھی اپنے اندر شامل کرتی ہے۔ ایمانیات کے باب میں چیزوں کے حسی مشاہدے سے ایمان کا کوئی تعلق نہیں کیونکہ اس کے ذریعے سے مسلمان اور کافر کے درمیان امتیاز نہیں کیا جاسکتا۔ ایمانیات کے باب میں ایمان کا تعلق تو اس غیب سے ہے جسے ہم دیکھ سکتے ہیں نہ ہی اس کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ محض اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے خبر دینے سے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔ یہی وہ ایمان ہے جس کے ذریعے سے مسلمان اور کافر کے درمیان امتیاز کیا جاتا ہے کیونکہ یہی ایمان مجرد اللہ اور اس کے انبیاء و مرسلین کی تصدیق ہے۔

امام المتکلمین علامہ حافظ محمد ایوب دہلوی لکھتے ہیں کہ ایمان بالغیب کے معنی ہیں "یومنون بالغیب کما یومنون بالشہادۃ" یعنی متقی لوگ غیبی امور پر اسی قطعیت اور یقین کے ساتھ ایمان لاتے ہیں جیسے حاضر اشیاء اور حقیقتوں پر ان کا یقین ہوتا ہے۔

چنانچہ مومن وہ ہے جو ہر اس چیز پر ایمان لاتا ہے جس کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں نے خبر دی ہے خواہ اس نے اس چیز کا مشاہدہ کیا ہو یا نہ کیا ہو خواہ اس نے اسے سمجھا ہو یا اس کی عقل و فہم کی رسائی وہاں تک نہ ہو سکی ہو۔

جبکہ زنادقہ اور غیبی امور کی تکذیب کرنے والوں کا معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ ان کی عقل ان امور کو سمجھنے سے قاصر رہی اور وہ ان امور تک نہ پہنچ سکے بنا بریں انہوں نے ان امور کو جھٹلا دیا جن کا احاطہ ان کا علم نہ کر سکا۔ پس ان کی عقل فاسد ہو گئی اور ان کا فہم خرابی کا شکار ہو گیا اور اس ہی بنا پہ الحاد جیسے فتنے نے جنم لیا؛ جبکہ غیبی امور کی تصدیق کرنے والے اہل ایمان کی عقل ان سے ممتاز ہو گئی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو رہنما بنالیا۔ واضح ہوا کہ غیر مشاہداتی امور جن کے بارے میں رسولوں نے خبر دی ان پر ایمان لانے والا ہی مومن قرار پا سکتا ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے: **إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ (14)**
ایمان بالغیب کی حقیقت اور اس کے اجزاء۔

"ایمان قلب و باطن کی یقینی حالت کا نام ہے جس میں قلب و باطن دنیائی محبت سے خالی اور اللہ کی محبت سے معمور ہوں۔ اس کا مقصد انسان کو ایک بلند تر روحانی سطح پر لے جاتا ہے جہاں وہ دنیا کی مادی حقیقتوں سے ہٹ کر غیر مری اور غیر مادی حقیقتوں پر ایمان لاتا ہے، یہ ایمان انسان کے دل میں سکون، تسلی اور اللہ کے ساتھ ایک گہرے تعلق پیدا کرتا ہے اور اسے دینی زندگی کے تمام مسائل میں رہنمائی فراہم کرتا ہے، اسلام میں ایمان بالغیب کا یقین انسان کو اس کے وجود کا مقصد سمجھنے اور آخرت کی تیاری کرنے میں مدد دیتا ہے۔ اس کی وضاحت درج ذیل حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے:

”حضرت حارث بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا: ”اے حارث! (سنو) تم نے صبح کیسے کی؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے ایمان کی حقیقت پاتے ہوئے صبح کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے حارث! غور کر کے بتاؤ تم کیا کہہ رہے ہو؟ بے شک ہر شے کی ایک حقیقت ہوتی ہے، تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے اپنے نفس کو دنیا کی محبت سے جدا کر لیا ہے اور راتوں کو جاگ رہتا ہوں اور دن کو (روزے کے سبب) پیاسا رہتا ہوں گویا میں اپنے رب کے عرش کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہوں اور مجھے ایسے لگتا ہے جیسے جنتی ایک دوسرے کی زیارت کرتے جا رہے ہیں اور دوزخیوں کو (اس حالت میں) دیکھتا ہوں کہ وہ ایک دوسرے پر گر رہے ہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے حارث تم عارف ہو گئے، پس اس (کیفیت و حال) کو تمہارے رکھو اور یہ (جملہ) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا۔“ (15)

"- ایمان بالغیب کے اجزاء بہت سارے ہیں، مثلاً: اللہ کی توحید اور اس کی صفات پر ایمان لانا، فرشتوں، آسمانی کتابوں، اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسولوں، قیامت، تقدیر، موت کے بعد زندہ اٹھائے جانے پر ایمان لانا، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، جہاد وغیرہ ارکان اسلام کی فرضیت کا قائل ہونا، سود، زنا، جھوٹ اور فرائض اسلام کی عدم ادائیگی کی حرمت کا قائل ہونا وغیرہ۔ ایمان بالغیب کے اجزاء بعض تفصیل کے ساتھ بتلائی گئی ہیں اور بعض اجمالاً۔ جو ضروریات دین تفصیلاً بتلائی گئی ہیں ان پر تفصیلاً ایمان لانا ضروری ہے، مثلاً نماز پر اس کے متعلق بتلائی گئی بیعت و کیفیت سمیت ایمان لانا ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص نماز کی فرضیت کا تو قائل ہے، لیکن اس تفصیل کے ساتھ قائل نہیں جو بتلائی گئی ہے تو وہ مومن نہیں۔ اور جو ضروریات اجمالاً بتلائی گئی ہیں، مثلاً: فرشتوں پر ایمان لانا، سابقہ آسمانی کتابوں پر ایمان لانا وغیرہ تو ان پر اجمالاً ایمان لانا کافی ہے: (16)

"ایمان کے درجے: ایمان کے دو درجے ہیں: ۱... ایمان تحقیقی، ۲... ایمان تقلیدی۔ ایمان تحقیقی یہ ہے کہ تمام ایمانیات کا قائل ہو اور انہیں دلائل سے ثابت بھی کر سکتا ہو۔ اور ایمان تقلیدی یہ ہے کہ تمام ایمانیات کا قائل تو ہو، مگر انہیں دلائل سے ثابت نہیں کر سکتا۔ دونوں قسم کا ایمان معتبر ہے، تاہم ایمان تحقیقی، ایمان تقلیدی سے رتبے میں بڑھ کر ہے۔" قال أبو حنیفہ و سفیان الثوری و مالک و الأوزاعی و الشافعی و احمد و عامرہ الفقہاء و اہل الحدیث رحمہم اللہ تعالیٰ: صلح ایمانہ و لکنہ عاص بترک الاستدلال بل نقل بعضهم الإجماع علی ذلک، (17)

ایمان بالغیب ایک اہم اسلامی عقیدہ ہے، جس کا مفہوم ہے کہ انسان اللہ، اس کے انبیاء، آخرت، اور دیگر غیر مادی حقیقتوں پر یقین رکھے، جنہیں آنکھوں سے نہیں دیکھا جاسکتا اور جو انسانی حواس سے ماوراء ہیں۔ ایمان بالغیب ایمان کی ایک خاص قسم ہے جو ایک مسلمان کو دنیا کی ظاہری حقیقتوں سے آگے بڑھ کر غیر مرئی اور روحانی حقیقتوں پر ایمان لانے کی ترغیب دیتی ہے۔

ایمان بالغیب کے اجزاء

1. اللہ کی ذات: ایمان بالغیب کا سب سے پہلا جزو اللہ کی حقیقت اور اس کی موجودگی پر یقین ہے۔ اللہ کی صفات اور اس کی طاقتوں کا ایمان بالغیب میں خاص مقام ہے۔ اور اس وقت ملاحظہ کا ٹارگٹ یہی ہے کہ اللہ پہ ایمان کو نشانہ بنایا کیونکہ اللہ کی ذات وہ جو ان کے ناپاک ارادوں میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

2. ملائکہ: ایمان بالغیب کا ایک اور اہم جزو ملائکہ (فرشتوں) پر ایمان ہے۔ ملائکہ اللہ کے حکم کے تحت کام کرتے ہیں اور انسانوں کو ہدایت دینے یا اللہ کی رضا کے لیے مختلف امور میں مشغول رہتے ہیں۔

3. الکتاب: ایمان بالغیب میں اللہ کی نازل کردہ کتابوں پر ایمان رکھنا بھی شامل ہے۔ قرآن مجید آخری اور مکمل کتاب ہے، لیکن اس سے پہلے مختلف قوموں پر نازل ہونے والی کتابوں (جیسے تورات، انجیل، زبور) پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ اور دور حاضر میں سب قوانین اور از مز کو چیلنج کرنے کا ہنر قرآن مجید رکھتا ہے جب کہ الحاد کے علمبرداروں کے نزدیک کلمہ لا الہ الا اللہ انسان ہے تو لہذا وہ دنیا کے بربادی کے لیے تقریباً تمام اصول قوانین بنا چکے

ہیں جس میں ایک جانا پہچانا بہت سے ممالک میں سرچڑھ کے بولتا نظام سرمایہ دارانہ نظام ہے۔ جس نے لوگوں کو صرف اور صرف دنیا داری اور اپنی حد تک جینا سیکھایا ہے۔

4. انبیاء اور رسول: ایمان بالغیب کا ایک اہم جزو اللہ کے منتخب پیغمبروں اور رسولوں پر ایمان ہے۔ انبیاء کو اللہ نے اپنی ہدایات انسانوں تک پہنچانے کے لیے بھیجا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔

5. آخرت: ایمان بالغیب میں آخرت پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔ اس میں قیامت کے دن کا آنا، مرنے کے بعد کی زندگی، حساب و کتاب، جنت و دوزخ کا مفہوم شامل ہے۔

6. قضاء و قدر: ایمان بالغیب میں اللہ کی تقدیر پر ایمان رکھنا بھی شامل ہے، یعنی ہر انسان کی زندگی کے تمام حالات، خوشی، غم، کامیابی اور ناکامی اللہ کی رضا اور فیصلے سے منسلک ہیں۔

ایمان بالغیب سے ہی ایمان کی تکمیل ہوتی ہے۔ ایمان بالغیب انسان کے ایمان کو مکمل اور مضبوط کرتا ہے۔ انسان جب غیب پر ایمان لاتا ہے، تو اس کا دل اللہ کی حکمت اور تقدیر کے سامنے جھک جاتا ہے، جس سے اس کا تعلق اللہ سے گہرا اور پائیدار ہوتا ہے۔ ایمان بالغیب سے روحانیت میں اضافہ ہوتا ہے۔ ایمان بالغیب کو جلا دیتا ہے، کیونکہ انسان دنیا کی ظاہری حقیقتوں سے آگے بڑھ کر غیر مرئی اور غیر محسوس حقائق پر ایمان لاتا ہے۔ یہ انسان کے دل و دماغ کو سکون اور اطمینان فراہم کرتا ہے۔ جیسے کہ ایمان بالغیب میں آخرت پر ایمان ایک اہم رکن ہے۔ یعنی ایمان بالغیب میں آخرت کے دن پر یقین شامل ہے۔ دنیا میں موجود ہر شخص کی زندگی کی حقیقت اور مقصد آخرت کی حقیقت سے جڑا ہوا ہے۔ یہ ایمان انسان کو دنیا کے فانی چیزوں سے بے پروا کر کے آخرت کی کامیابی کی طرف راغب کرتا ہے۔ ایمان بالغیب اللہ کی حکمت پر اعتماد کو بڑھاتا ہے۔ اور ساتھ میں ایمان بالغیب انسان کو اللہ کی حکمت پر اعتماد کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اللہ کی تقدیر، اس کے منصوبے اور اس کی فیصلہ سازی پر مکمل ایمان رکھنا، انسان کے دل میں سکون پیدا کرتا ہے اور وہ اللہ کی مرضی پر راضی رہتا ہے، چاہے حالات جیسے بھی ہوں۔ ایمان بالغیب ہر طرح کے دشوار اور آزمائشی حالت میں صبر کا مضبوط سہارا دیتا ہے۔ انسان کو مشکلات اور آزمائشوں میں صبر کرنے کی طاقت دیتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ہر چیز کا ایک مقصد اور نتیجہ ہے جو اللہ کی حکمت پر مبنی ہے۔ اس کے نتیجے میں انسان اپنی حالت کو بہتر طور پر سمجھتا اور اس پر قابو پانے کی کوشش کرتا ہے۔ ایمان بالغیب اسلام میں ایک نہایت اہم اور بنیادی ستون ہے، جس کے ذریعے انسان اپنی روحانیت کو مضبوط کرتا ہے اور اللہ کے ساتھ اپنے تعلق کو استوار کرتا ہے۔ اس کے بغیر ایمان کی تکمیل ممکن نہیں ہے، کیونکہ غیب پر ایمان ہی انسان کو اللہ کی عظمت اور اس کی غیر مشروط حکمت پر اعتماد کرنے کی صلاحیت عطا کرتا ہے۔

ایمان بالغیب انسان کی روحانیت کی ایک اہم اساس ہے ایمان بالغیب انسان کو تسلیم و رضا کی حالت میں لاتا ہے جہاں وہ کائناتی حقیقتوں کو ایک بے مثال حکمت کے تحت قبول کرتا ہے چاہے اس کا علم براہ راست محسوسات سے ممکن نہ ہو یہ گہری روحانی اور فکری سطح کا عقیدہ ہے جو کہ اس سطحی دنیا سے بہت بلند ہے ایمان بالغیب انسان کو یہ سکھاتا ہے کہ کبھی کبھار عقل سے باہر کی چیزیں بھی حقیقت میں موجود ہوتی ہیں۔

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وہ تمام احکامات جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیے گئے ہوں چاہے ان کو وہ دلائل سے ثابت کر سکے یا نہ کر سکے لیکن اس پر قطعیت سے یقین ہو۔

ایمان بالغیب میں بالغیب کا مفہوم بہت وسیع ہے اس میں وہ تمام امور شامل ہے جو انسان کے فہم و مشاہدے سے باہر ہوں۔ یہ عقیدہ اسلامی ایمان کا بنیادی جز ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان اللہ ربی کی معیشت اس کی تقدیر اور تمام غیبی امور پر مکمل یقین رکھتے ہیں چاہے انہیں حقیقت کا علم نہ ہو۔ عقیدے کا مقصد انسان کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق مضبوط کرنا ہے اس کے حکموں پر اعتماد پیدا کرنا اور اس کے فیصلوں کو تسلیم کرنا ہے مسلمان اس عقیدے کو ایمان کی علامت اور مکمل ایمان کی جزء کے طور پر قبول کرتے ہیں۔

ایمان بالغیب کے بغیر ایمان کی کاملیت نہیں ہوتی۔ اسلام میں ایمان بالغیب کی بہت اہمیت ہے اور یہ ایمان کی بنیادوں میں سے ایک اہم ترین بنیاد ہیں بلکہ یہ کہنا ٹھیک ہو گا کہ ایمان بالغیب ہی تمام ایمانیات کی بنیاد ہیں۔ قرآن کی نظر میں ایمان بالغیب رکھنے والے ہی ہدایت یافتہ ہیں ایمان بالغیب کے ذریعے ہی انسان کا رخ نیکیوں کی طرف اور برائیوں کے رخ کو پھیر سکتا ہے ایمان بالغیب دل کی پاکیزگی اور تقویٰ کے بڑھوتری کا سبب بنتا ہے اسی سے انسان کی زندگی میں تقویٰ اور اخلاص پیدا ہوتا ہے وہ دنیا کے تمام امور کو اللہ کی رضا اور حکم کے مطابق کرتا ہے چاہے اس کے سامنے اس کی مادی حقیقتیں ہوں یا نہ ہوں ایمان بالغیب کے بغیر کوئی عقیدہ مکمل اور پائییدار نہیں ہے۔

3. ایمان بالغیب کا فلسفیانہ پہلو:

ایمان بالغیب اسلام کا ایک بنیادی عقیدہ ہے۔ یہ عقیدہ نہ صرف مذہبی بلکہ فلسفیانہ اعتبار سے بھی بہت اہم ہے۔ آئیے اس کے فلسفیانہ پہلو کو تفصیل سے سمجھتے ہیں۔

ایمان بالغیب کا فلسفیانہ پہلو

* عقل و وجدان کی تلاش: انسان فطری طور پر ایک متفکر مخلوق ہے۔ وہ ہمیشہ یہ جاننے کی کوشش کرتا ہے کہ اس کی تخلیق کیوں ہوئی اور اس کا مقصد کیا ہے۔ ایمان بالغیب انسان کے اس فطری سوال کا جواب فراہم کرتا ہے۔ یہ انسان کو ایک ایسی حقیقت کی طرف لے جاتا ہے جو اس کی حواس سے ماورا ہے لیکن اس کے دل میں سکون اور اطمینان پیدا کرتی ہے۔

. ایمان اور عقل کا تعلق: فلسفیانہ نقطہ نظر سے ایمان بالغیب کو عموماً ایمان اور عقل کے تعلق کے حوالے سے دیکھا جاتا ہے۔ بعض فلسفیوں کا کہنا ہے کہ ایمان بالغیب عقل سے متصادم نہیں ہے، بلکہ عقل و منطق کے دائرے سے باہر کچھ امور ایسے ہیں جو صرف ایمان کے ذریعے سمجھ میں آسکتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایمان، عقل سے ماورا ایک نوع کی "غیر عقلی" یا "غیر تجرباتی" حقیقت کی دریافت سمجھا جاتا ہے۔ اس اعتبار سے ایمان بالغیب کی نوعیت ایسی ہوتی ہے کہ یہ صرف مشاہدے اور تجربے سے بالاتر ہے۔

* وجود کا فلسفہ: ایمان بالغیب وجود کے فلسفے سے گہرا تعلق رکھتا ہے۔ یہ انسان کو یہ سوچنے پر مجبور کرتا ہے کہ اس کائنات کا خالق کون ہے؟ اس کائنات کا آغاز کیسے ہوا؟ اور اس کا انجام کیا ہوگا؟ ایمان بالغیب ان سوالوں کے جوابات فراہم کرتا ہے۔

* اخلاقیات کی بنیاد: ایمان بالغیب اخلاقیات کی بنیاد ہے۔ یہ انسان کو اچھے اور برے کی تمیز کرنے اور اچھے کام کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ جب انسان یہ یقین رکھتا ہے کہ اس کے اعمال کا حساب کتاب ہوگا تو وہ برائیوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور اس عقیدے ہی کی بنیاد پہ ایک صالح معاشرہ وجود میں آتا ہے۔

* معنویت کا احساس: ایمان بالغیب انسان کو زندگی کا ایک مقصد فراہم کرتا ہے۔ یہ انسان کو یہ احساس دلاتا ہے کہ وہ صرف ایک مادی وجود نہیں جو ایک آئی ٹم یا بندر سے انسان بنا ہے بلکہ اس کی ایک روحانی پہلو بھی ہے۔

* سائنسی دریافتوں کی مطابقت: کئی سائنسی دریافتوں نے ایمان بالغیب کی صداقت کی تصدیق کی ہے۔ مثلاً کائنات کا آغاز، مادے کی تخلیق اور زندگی کی ابتدا جیسے موضوعات پر سائنسی تحقیق سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس کائنات کا ایک خالق ہے۔ لیکن اگر یہ تصدیق نا بھی کرے تو تب بھی غیب ان تمام امور پہ جس کی خبر اللہ ربی نے محمدؐ کے ذریعے آئی ہے ان پہ ہم کامل یقین اور مکمل قطعیت کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں) ٹامس ایکویناس اور ایمان بالغیب: معروف فلسفی ٹامس ایکویناس نے ایمان اور عقل کو ایک دوسرے کا تکمیل کرنے والا قرار دیا تھا۔ ان کے مطابق، ایمان کی حقیقت عقل کی حدود سے ماوراء ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ایمان غیر معقول یا غیر منظم ہے۔ ایکویناس کا خیال تھا کہ ایمان میں خدا کی موجودگی اور اس کی تقدیر پر ایمان رکھنا وہ حقیقتیں ہیں جو انسان کی عقل سے ماوراء ہیں، لیکن وہ اس بات کو تسلیم کرتے تھے کہ یہ ایمان انسان کے لیے نجات کا ذریعہ ہے اور یہ اس کی روحانیت کو بیدار کرتا ہے۔

ایمان بالغیب اور تجربے کی حدود: کچھ فلسفی اس بات پر زور دیتے ہیں کہ ایمان بالغیب دراصل انسان کی محدودیت کا اعتراف ہے۔ عقل اور تجربے کی دنیا میں جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ محدود اور مختصر ہوتا ہے، لیکن ایمان انسان کو ایک لامحدود حقیقت کا تجربہ کرتا ہے۔ اس بنا پر ایمان بالغیب کا فلسفہ انسان کے لئے ایک وسیع تر کائنات اور حقیقت کی طرف دروازہ کھولتا ہے۔

. قدیم فلسفہ اور ایمان بالغیب: قدیم فلسفہ، خاص طور پر افلاطون اور ارسطو کی تعلیمات میں ایمان کا ذکر اس طرح نہیں ہے جیسے مذہبی نقطہ نظر میں ہے، مگر انہوں نے جو حقیقتوں کی بحث کی ہے، وہ اس سے ملتی جلتی ہے۔ افلاطون کی نظریات میں "غیب" یا "مطلق حقیقت" کا تصور موجود ہے جسے ہم صرف عقل کی مدد سے نہیں سمجھ سکتے، بلکہ اس کے لیے روحانیت یا عرفان کی ضرورت ہوتی ہے۔

ایمان بالغیب اور فلسفے کے دیگر شعبے بھی ہیں جو اس پہ تفصیل سے گفتگو کرتے ہیں۔ جیسے کہ

* علم الکلام: علم الکلام میں ایمان بالغیب کے عقائد کی عقلی بنیادوں کو بیان کیا جاتا ہے۔

* فلسفہ اخلاق: فلسفہ اخلاق میں ایمان بالغیب کو اخلاقی اقدار کی بنیاد کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

* فلسفہ وجود: فلسفہ وجود میں ایمان بالغیب کو وجود کے فلسفے سے جوڑ کر دیکھا جاتا ہے۔

ایمان بالغیب اور جدید دور آج کے دور میں جب سائنس اور ٹیکنالوجی نے بہت ترقی کر لی ہے، تب بھی ایمان بالغیب کی اہمیت کم نہیں ہوئی ہے۔ بلکہ جدید دور میں ایمان بالغیب کی ضرورت اور زیادہ محسوس ہوتی ہے۔ اور جو سمجھتے ہیں کہ اب ایمان کی ضرورت نہیں تو ان ہی ممالک کی خود کشی کی شرح سب سے زیادہ ہیں۔ کیونکہ سائنس صرف مادی دنیا کی وضاحت کر سکتی ہے لیکن روحانی سوالوں کے جوابات نہیں دے سکتی۔

الحاصل یہ کہ ایمان بالغیب صرف ایک مذہبی عقیدہ نہیں بلکہ ایک گہرا فلسفیانہ تصور بھی ہے۔ یہ انسان کو زندگی کا مقصد فراہم کرتا ہے، اخلاقیات کی بنیاد فراہم کرتا ہے اور وجود کے فلسفے کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔

ایمان بالغیب ایک اہم دینی اور فلسفیانہ پہلو ہے۔

ایمان بالغیب کی عقلی اور روحانی بنیاد۔

ایمان بالغیب کی عقلی اور روحانی بنیادیں ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہیں اور یہ دونوں زاویے اس کے مفہوم کو مکمل طور پر سمجھنے میں مدد فراہم کرتے ہیں۔

1. عقلی بنیاد:

عقلی طور پر ایمان بالغیب کو سمجھنے کا مطلب ہے کہ انسان کسی غیر محسوس یا غیر مرئی حقیقت کو تسلیم کرتا ہے جو عموماً تجرباتی یا منطقی طور پر ثابت نہیں کی جاسکتی۔ تاہم، کچھ فلسفیوں اور اہل علم نے یہ بات تسلیم کی ہے کہ ایمان بالغیب کو کسی حد تک عقل اور منطق کے دائرے میں سمجھا جاسکتا ہے، یا پھر یہ ایمان عقل کے ذریعے کسی نتیجے تک پہنچنے کے بعد، حواس یا تجربے سے ماوراء بعض حقائق پر یقین کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے۔

عقلی دلائل اور ایمان بالغیب:

1. منطق اور عقل کی حدود: عقل اور منطق کی اپنی حدود ہیں۔ انسانی عقل ان چیزوں کا احاطہ نہیں کر سکتی جو کائنات کی سرحدوں سے باہر یا اس

کی فطرت سے ماوراء ہیں۔ مثال کے طور پر، خدا کی موجودگی اور اس کے صفات کو ہم مکمل طور پر عقلی طریقے سے ثابت نہیں کر سکتے، کیونکہ خدا کی حقیقت ایک ایسی حقیقت ہے جو کسی فانی اور محدود عقل کے دائرے سے باہر ہے۔ لیکن عقل یہ سمجھ سکتی ہے کہ کسی کائناتی قانون کے پیچھے ایک عظیم ہستی کا ہاتھ ہونا ضروری ہے اور وہ ہستی موجود بھی ہے۔

2. پہلی وجہ (First Cause): عقلی بنیادوں پر ایمان بالغیب کو اس دلیل سے بھی جواز فراہم کیا جاتا ہے جو "پہلی وجہ" (First Cause) کی تھیوری پر مبنی ہے۔ یہ تھیوری یہ کہتی ہے کہ کائنات کا وجود کسی پہلی علت کی بنا پر ہے، جو خود بے سبب ہو۔ اس پہلی وجہ کو ہم خدا سمجھ سکتے ہیں، جو نہ نظر آنے والا اور اس کی ذات عقل سے ماوراء ہے۔

3. نظام کائنات:

انگلستان کے طبی چارج ارل ڈیوس کہتا ہے:

"میں مدت سے کائنات کے پیچیدہ نظام کا مطالعہ کر رہا ہوں اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ایک ذرہ سے لے کر آفتاب تک ہر چیز میں ایک حیرت انگیز نظم و نسق پایا جاتا ہے روشنی کی ہر شعاع قطرہ شبنم کی ہر لرزش اور ہر فطری و کیمیائی تغیر پابند آئین ہیں یہ امر ناقابل تصور ہے کہ نظم و ضبط اور یہ ترتیب کسی ناظم کے بغیر خود بخود وجود میں آئی۔"

"(نفسیات و وراثت روحانی ص 271) یعنی سوچنے کی بات ہے کہ لومڑی کے بطن سے لومڑی ہی کیوں پیدا ہوتی ہے خرگوش کیوں پیدا نہیں ہوتا؟؟؟"

دلیل حرکت: کائنات کا ہر ذرہ متحرک ہے۔ حرکت محرک کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ یہی محرک اشیاء کی رفتار سمت اور منزل معین کرتا ہے حرکت کی علت یہی ہے کہ علت ہمیشہ معلول سے مقدم ہوتی ہے۔ دنیا میں کوئی شے ایسی موجود نہیں ہے جو اپنے وجود کی خود علت ہو ورنہ وہ اپنے آپ سے مقدم ہو جائے گی اور یہ محال ہے مشہور جرمن فلاسفر کانٹ (1724_1804) کہتا ہے کہ دو چیزیں اس میں ان پہ جتنا غور کرتا ہوں اتنی ہی میری حیرت بڑھتی جاتی ہے ایک یہ تاروں بھرا آسمان دوسرا وہ عظیم اخلاقی نظم جس پر زندگی کی عمارت قائم ہے (18)

اللہ لا اله الا هو الٰہی القیوم لا تاخذه سنین ولا نوم لامانی السموات ومانی الارض (19)

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی اور ذات عبادت کے قابل نہیں وہ زندہ قائم ہے نہ اسے اونگ آتی ہے نہ نیند زمین و آسمان میں جو کچھ ہے اسی کا ہے۔

4. نباتات کا اعجاز:

کائنات کا حسن نباتات کی وجہ سے ہے اور یہ ہمارے لیے مدار حیات بھی ہیں یہ غلہ اور پھل جو ہم کھاتے ہیں یہ کپڑے جو ہم پہنتے ہیں یہ چائے کافی اور شربت جو ہم پیتے ہیں سب نباتات سے حاصل ہے ہمارے الماری میں سبھی ہوئی کتابیں وہ جنگل ہیں جنہیں مزدور کاٹ کر کاغذ کی کارخانے میں لے کر گئے ہیں۔ پھولوں کے ایک ننھے سے پودے سے لے کر چنار کے درخت تک آپ کو نباتات کے کروڑوں اقسام نظر آئیں گی ان میں سے کچھ باغوں کی آرائش ہیں کچھ ہماری غذا ہے اور کچھ متاع حیات، یہ سب ایک ہی زمین میں سے اور ایک ہی پانی سے نشوونما پاتی ہے لیکن کمال تخلیق دیکھیئے کہ سب کی حیثیت رنگ قامت تاثیر و ذائقہ الگ ہے

"وفى الارض قطع متجورات وجنت من اعناب وزرع ونخيل صنوان وغير صنوان يسقى بماء واحد بفضل بعضها على بعض فى الاكل ان فى ذلك لايت لقوم يعقلون" ترجمہ: زمین میں پاس پاس ایسے قطعات ہیں جن میں کہیں کھیتی کہیں انگور اور کہیں کھجور کے درخت ہیں ان میں سے کچھ ایک جڑ سے نکلتے ہیں اور کچھ الگ جڑوں سے ان سب کی پرورش ایک ہی پانی سے ہوتی ہے لیکن ان کے ذائقے الگ الگ ہیں ان باتوں میں ارباب دانش کے لیے کتنے ہی اسباق و شواہد موجود ہیں (20)

5. اخلاقی دلیل: اخلاقی قوانین بھی ایمان بالغیب کا ایک عقلی پہلو پیش کرتے ہیں۔ انسانوں کے اندر جو اخلاقی حس اور ضمیر ہے، وہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ایک اعلیٰ ہستی یا خدا موجود ہے جو اخلاقی اقدار کا منبع ہے۔ انسانوں میں اچھائی، برائی کا شعور عقل سے ماوراء ایک حقیقت کی جانب اشارہ کرتا ہے۔

2. روحانی بنیاد:

روحانی بنیادوں پر ایمان بالغیب کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کسی غیر مرئی حقیقت یا ماورائی حقیقت پر ایمان لاتا ہے، جو اس کے روحانی تجربات، مشاہدات اور اندرونی سکون سے جڑی ہوتی ہے۔ یہ ایمان انسانی دل و دماغ کی گہرائیوں سے متعلق ہوتا ہے اور انسان کی روحانی حقیقت کو تسلیم کرنے کا نتیجہ ہوتا ہے۔

روحانی بنیادیں اور ایمان بالغیب:

1. روحانیت اور عرفان: روحانی بنیادوں پر ایمان بالغیب کا تعلق انسانی روحانیت سے ہے۔ جب انسان گہرے روحانی تجربات سے گزرتا ہے، جیسے دعا، عبادت یا کسی دیگر روحانی مشق کے ذریعے، تو وہ غیر مرئی حقیقتوں کو تجربے سے تسلیم کرتا ہے۔ روحانی تجربات میں انسان اپنے قلب کی سکونت، اطمینان، اور الہامی رہنمائی سے ان غیبی حقیقتوں کو محسوس کرتا ہے۔

2. ایمان کا ذاتی تجربہ: روحانیت میں ایمان بالغیب ایک ذاتی تجربہ ہوتا ہے۔ انسان جب اپنی روحانی زندگی کو سنجیدگی سے جیتا ہے، تو اسے ایسے تجربات حاصل ہوتے ہیں جو عقل اور حواس سے بالاتر ہوتے ہیں۔ مثلاً کسی کی دعا کا قبول ہونا، ایک روحانی رؤیا یا الہامی پیغام کا تجربہ، یہ سب چیزیں ایمان بالغیب کی روحانی بنیادوں کو ثابت کرتی ہیں۔

3. دینی تعلیمات: تمام بڑے مذاہب میں ایمان بالغیب کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ قرآن میں ایمان بالغیب کا ذکر کئی جگہوں پر آیا ہے، جیسے سورہ البقرہ کی پہلی آیت میں کہا گیا ہے:

"یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شک نہیں، ہدایت ہے متقیوں کے لیے، جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔" (سورہ البقرہ: 2)

اس آیت میں ایمان بالغیب کو تقویٰ (پہلا قدم) کے طور پر پیش کیا گیا ہے، جو ایک روحانی زندگی گزارنے کا آغاز ہوتا ہے۔

4. اندرونی سکون اور تسلیم: ایمان بالغیب انسان کے اندر ایک قسم کا روحانی سکون اور تسلیم پیدا کرتا ہے۔ جب انسان یہ تسلیم کرتا ہے کہ کچھ چیزیں اس کی عقل اور حواس سے بالاتر ہیں، تو وہ اپنے اندر ایک روحانی سکون اور ایمان کی طاقت محسوس کرتا ہے۔ یہ تسلیم انسان کو روحانی طور پر مضبوط کرتا ہے اور اسے اپنی زندگی کے مقصد کو سمجھنے میں مدد فراہم کرتا ہے۔
الحاصل یہ کہ:

ایمان بالغیب کی عقلی بنیادیں عقل کی محدودیت، کائنات کی ترتیب، اخلاقی دلائل اور پہلی وجہ کے تصور پر مبنی ہیں، جب کہ اس کی روحانی بنیادیں شخصی تجربات، دینی تعلیمات، روحانی سکون اور تسلیم پر ہیں۔ یہ دونوں پہلو آپس میں جڑے ہوئے ہیں، اور جب انسان عقل کے ذریعے ایمان بالغیب کی حقیقتوں کو تسلیم کرتا ہے، تو روحانی تجربات اسے ان حقیقتوں کی گہرائی اور حقیقت کو سمجھنے میں مدد دیتے ہیں۔ ایمان بالغیب ایک ایسا تجربہ ہے جو انسان کی روح کو سکون اور اللہ کی قربت کا احساس دلاتا ہے، جبکہ عقل اس کے وجود کی تفہیم اور تجاویز فراہم کرتا ہے۔

غیب کے معاملات پر ایمان کا روحانی اثر

یہ ایمان انسان کے اندر ایک گہرا روحانی اثر پیدا کرتا ہے جو اس کی زندگی کے ہر پہلو کو اپنے اندر سمو کر چلتا ہے۔
غیب پر ایمان کے روحانی اثرات یہ ہیں:

زندگی کا مقصد اور سمت:

غیب پر ایمان انسان کو اپنی زندگی کا مقصد اور سمت دینے میں مدد کرتا ہے۔ جب انسان یہ یقین کرتا ہے کہ اللہ کی رضا اور اس کے قوانین کی پیروی ہی زندگی کا اصل مقصد ہے، تو وہ صرف دنیا کی عارضی خوشیوں اور فانی کامیابیوں کے پیچھے نہیں بھاگتا بلکہ اس کا ایمان اسے آخرت کے بارے میں سوچنے اور اس کی تیاری کرنے کی ترغیب بھی دیتا ہے۔

* دل کی سکینیت: ہر انسان شعور کی کیفیت آنے کے بعد ضرور اس بات کی کھوج کرتا ہے کہ وہ کون ہے؟ اس دنیا میں کیوں آیا ہے؟ اس مقررہ مدت تک زندگی ملنے کا مقصد کیا ہے؟ اور جب وہ غیب پر ایمان رکھتا ہے تو اس کا دل سکون اور اطمینان سے بھر جاتا ہے۔ کیونکہ اس کا ایمان خود ان سوالوں کے جوابات دے دیتا ہے۔

* اخلاقی ارتقاء: غیب پر ایمان انسان کو اخلاقی طور پر بلند کرتا ہے کیونکہ وہ اس بات پہ یقین رکھتا ہے کہ اسکے تمام اعمال کو ریکارڈ کیا جا رہا ہے اور اس کی ہمیشگی کی زندگی کا مدار اس ہی پر ہے۔

* محبت اور قربت کا احساس: غیب پر ایمان انسان کو اللہ تعالیٰ سے محبت اور قربت کا احساس دلاتا ہے اسے یہ احساس کہ "وہو معکم لئنا کنتم" اپنے حصار میں رکھتا ہے۔

* صبر اور استقامت: غیب پر ایمان انسان میں صبر اور استقامت پیدا کرتا ہے، وہ جانتا ہے کہ ہر مشکل گھڑی میں وہ اس کو آزما رہا ہے وہ اس کے ارد گرد ہی ہے جہاں ضرورت ہوگی وہ تمام لے گا۔ اسی طرح ایمان انسان کے اندر صبر اور تسلیم و رضا پیدا کرتا ہے۔ جب انسان یہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ اللہ کی مرضی سے ہو رہا ہے، تو وہ حالات سے بیزار نہیں ہوتا۔ چاہے وہ خوشی ہو یا غم، کامیابی ہو یا ناکامی، وہ ہر حالت میں اللہ کی رضا پر راضی رہتا ہے۔ ایمان بالغیب انسان کے دل میں یہ احساس پیدا کرتا ہے کہ کوئی بھی چیز اللہ کی مشیت سے باہر نہیں ہو سکتی، اور اس کا دل ہر حالت میں سکون سے بھر جاتا ہے۔

* تواضع اور انکسار: غیب پر ایمان انسان میں تواضع اور انکسار پیدا کرتا ہے۔ جب انسان یہ یقین رکھتا ہے کہ وہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہوتا ہے تو وہ خود کو بڑا نہیں سمجھتا بلکہ وہ جانتا ہے کہ یہ میرے حصے کا کام مقرر ہے جو مجھے کرنا ہے۔

* خوف اور امید: غیب پر ایمان انسان میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے خوف اور اس کی رحمت کی امید پیدا کرتا ہے۔ یہ خوف انسان کو برائیوں سے بچاتا ہے اور امید انسان کو نیک اعمال کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔

* روحانی ترقی: غیب پر ایمان انسان کو روحانی طور پر ترقی کرنے میں مدد دیتا ہے۔ یہ انسان کو ڈپریشن جیسے مرض سے بچا کر رکھتا ہے اور اس کو پرسکون رکھتا ہے۔ اسے مشکلات اور چیلنجز کا سامنا کرنے کے لیے ہمت فراہم کرتا ہے۔

(الحاد کے اصول و ضوابط پہ چلنے والے ممالک کی خودکشی کی شرح ہم سب کے علم میں ہے۔)

غیب پر ایمان انسان کی زندگی میں ایک انقلاب لاسکتا ہے۔ یہ انسان کو ایک بہتر انسان بناتا ہے اور اسے دنیاوی اور آخروی کامیابی حاصل کرنے میں مدد دیتا ہے۔

ایمان کا روحانی اثر انسان کی روحانیت، شخصیت اور ذہنیت پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔ اس کی زندگی میں زیادہ فکروں اور اضطراب کا سامنا نہیں ہوتا کیونکہ وہ اللہ پہ یقین رکھتا ہے۔

. اعتماد اور تسلی:

غیب پر ایمان انسان کے دل میں اللہ کی قدرت اور حکمت پر پورا اعتماد پیدا کرتا ہے۔ انسان سمجھتا ہے کہ اللہ کے ہاتھ میں ہر چیز ہے اور اس کا کوئی بھی عمل بے مقصد نہیں ہوتا۔ یہ اعتماد اور تسلی انسان کو پریشانیوں، مصیبتوں اور مشکلات کے دوران مضبوطی فراہم کرتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ کی حکمت سے باہر کچھ نہیں ہو سکتا۔

غیب کے معاملات پر ایمان کا روحانی اثر بہت وسیع اور گہرا ہوتا ہے۔ یہ ایمان انسان کو سکون، اطمینان، صبر، تسلیم و رضا، اور اللہ کے ساتھ تعلق میں مضبوطی دیتا ہے۔ اس کے علاوہ، ایمان بالغیب انسان کو زندگی کے مقصد سے آگاہ کرتا ہے، اس کی روحانیت کو تقویت دیتا ہے اور اس کے اخلاقی معیار

کو بلند کرتا ہے۔ غیب پر ایمان رکھنے سے انسان اپنے اندر ایک مستقل روحانی قوت اور سکون محسوس کرتا ہے، جو اس کی زندگی کو معنی اور مقصد فراہم کرتا ہے۔

ایمان بالغیب کی اہمیت اور انسان کی روحانی ترقی میں اس کا کردار۔

ایمان بالغیب کی اہمیت انسانی اور روحانی ترقی میں بنیادی ہے، کیونکہ یہ نہ صرف انسان کے عقلی اور نفسیاتی سطح پر اثر ڈالتا ہے بلکہ اس کی روحانی ارتقاء کے لئے بھی ایک اہم ذریعہ ثابت ہوتا ہے۔ یہ ایمان انسان کو اپنی موجودہ زندگی اور آخرت کے حوالے سے ایک با معنی فہم فراہم کرتا ہے اور اس کی شخصیت، اخلاق اور روحانیت میں جملہ ترقیات کی بنیاد بناتا ہے۔

. ایمان بالغیب اور انسانی ترقی:

ایمان بالغیب انسان کے ذہن، احساسات اور رویوں پر گہرے اثرات ڈالتا ہے، جو اس کی انسانی ترقی کی مختلف جہتوں میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

الف. عقلی ترقی اور تفکر:

ایمان بالغیب عقل کے دائرے سے باہر ہونے کے باوجود انسان کی سوچ اور تفکر کو وسیع کرتا ہے۔ جب انسان ایمان رکھتا ہے کہ کچھ حقیقتیں عقل سے ماوراء ہیں اور وہ اللہ کے علم و حکمت پر اعتماد کرتا ہے، تو یہ اسے اپنی عقل اور فہم کی حدود کو سمجھنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اس سے انسان کی ذہنی ترقی ہوتی ہے اور وہ زیادہ عاجزی اور تواضع سے سوچتا ہے۔

غیب پر ایمان انسان کو اپنے تجربات اور عقل کی محدودیت کو تسلیم کرنے کی سوچ دیتا ہے، جس سے وہ فطرت کے راز، کائنات کی عظمت، اور زندگی کے بڑے سوالات پر غور کرنے لگتا ہے۔ اس کے نتیجے میں انسان کی ذہنی وسعت اور فلسفیانہ بصیرت میں اضافہ ہوتا ہے۔

ب. انسانیت اور اخلاقی ترقی:

ایمان بالغیب انسان کے اخلاقی معیار کو بلند کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ جب انسان یہ یقین کرتا ہے کہ وہ اللہ کے سامنے جوابدہ ہے، تو وہ اپنے اعمال کو بہتر بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ ایمان بالغیب کا مقصد صرف مذہبی عقائد پر ایمان نہیں ہے، بلکہ یہ انسان کو صحیح اور غلط کی تمیز دینے اور اچھے اخلاق پر عمل کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔

ایمان بالغیب انسان کو یہ سکھاتا ہے کہ اللہ کی رضا اور اس کی ہدایت پر چلنا ہی زندگی کا اصل مقصد ہے، جس سے انسان میں ایمان داری، انصاف، صبر، درگزر، اور رحم دلی جیسے صفات پیدا ہوتے ہیں۔ وہ اپنے معاملات میں اللہ کی رضا کی تلاش کرتا ہے، جو اس کی اخلاقی ترقی کا باعث بنتی ہے۔

ج. نفسیاتی سکون اور تحفظ:

غیب پر ایمان انسان کو ایک قسم کا نفسیاتی سکون فراہم کرتا ہے۔ جب انسان یہ تسلیم کرتا ہے کہ دنیا میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے، وہ اللہ کی مرضی سے ہو رہا ہے، تو وہ ان چیزوں پر زیادہ غمگین یا پریشان نہیں ہوتا۔ ایمان بالغیب انسان کو یقین دلاتا ہے کہ اس کی تقدیر میں جو کچھ بھی ہے، وہ اللہ کے اچھے مقصد کے لیے ہے، اور اس کے نتیجے میں وہ زندگی کی مشکلات اور پریشانیوں کا سامنا زیادہ حوصلے اور صبر کے ساتھ کرتا ہے۔

یہ سکون اور تحفظ انسانی ترقی کے لیے بہت اہم ہیں کیونکہ ایک نفسیاتی طور پر سکونت پذیر فرد زیادہ مؤثر طریقے سے اپنے مقصد کی طرف کام کر سکتا ہے، اور وہ زندگی کے چیلنجز کو بہتر طریقے سے نبھاتا ہے۔

ایمان بالغیب اور روحانی ترقی:

روحانی ترقی کے حوالے سے ایمان بالغیب کا کردار بہت اہم ہے۔ روحانیت انسان کی اندرونی زندگی اور اس کی اعلیٰ حقیقت سے جڑا ہوتا ہے، اور ایمان بالغیب انسان کو اپنی روح کی بیداری، اللہ کی محبت، اور اس کے ساتھ تعلق مضبوط کرنے میں مدد دیتا ہے۔

الف. اللہ کے ساتھ تعلق:

غیب پر ایمان انسان کے دل میں اللہ کے ساتھ تعلق قائم کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ جب انسان ایمان رکھتا ہے کہ اللہ ہر جگہ موجود ہے، وہ اس کی تقدیر کو جانتا ہے اور اس کا ہر عمل حکمت اور مقصد کے تحت ہوتا ہے، تو یہ ایمان انسان کو اللہ کے قریب لے آتا ہے۔ وہ عبادات اور دعاؤں کے ذریعے اللہ سے تعلق مضبوط کرتا ہے، اور اس کی روحانی زندگی میں مزید تسکین اور سکون آتا ہے۔

ب. روح کی پاکیزگی:

ایمان بالغیب انسان کو اپنی روح کی پاکیزگی کی طرف راغب کرتا ہے۔ جب انسان ایمان رکھتا ہے کہ اللہ کی رضا اور آخرت کا حساب کتاب اس کی روحانیت کے معیار پر منحصر ہے، تو وہ اپنی روح کو بہتر بنانے کے لیے محنت کرتا ہے۔ وہ گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اور نیک عمل کرنے کی جستجو کرتا ہے۔ اس سے انسان کی روح کی صفائی اور پاکیزگی میں اضافہ ہوتا ہے، اور وہ ایک بہتر انسان بننے کی کوشش کرتا ہے۔

ج. تسلیم اور رضا:

غیب پر ایمان انسان میں تسلیم اور رضا کی روح پیدا کرتا ہے۔ جب انسان یہ تسلیم کرتا ہے کہ ہر چیز اللہ کی مرضی سے ہو رہی ہے، تو وہ اپنی زندگی کی ہر حالت میں رضا اور تسلیم کے ساتھ جیتتا ہے۔ یہ روحانی سکون کا باعث بنتا ہے اور انسان کے دل میں اللہ کی حکمت کو قبول کرنے کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ روحانی ترقی میں تسلیم و رضا کی اہمیت بہت زیادہ ہے کیونکہ یہ انسان کو دنیاوی پریشانیوں سے آزاد کرتا ہے اور اس کی روح کو اللہ کی رضا میں راضی رہنے کی قوت فراہم کرتا ہے۔

د. اللہ کے راستے پر چلنا:

ایمان بالغیب انسان کو اللہ کی ہدایت کے مطابق زندگی گزارنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اس ایمان کی بدولت، انسان اپنی زندگی میں نیک عمل، صدق، عدل اور تقویٰ کو فروغ دیتا ہے۔ اس کا مقصد دنیا و آخرت میں کامیاب ہونا اور اللہ کے ساتھ قربت حاصل کرنا ہوتا ہے۔ غیب پر ایمان رکھنے والا فرد اپنی زندگی کے ہر پہلو میں اللہ کی ہدایت کو شامل کرتا ہے، اور اس کے دل میں ایک گہری روحانی تسکین محسوس ہوتی ہے۔ وہ ہر عمل میں اللہ کی رضا کی کوشش کرتا ہے اور اسی مقصد کے لیے اپنی روح کی ترقی کی جستجو کرتا ہے۔

3. ایمان بالغیب کا عالمی اثر:

ایمان بالغیب کا انسان کی عالمی سطح پر اثر یہ بھی ہوتا ہے کہ یہ فرد کو اخلاقی ذمہ داری اور معاشرتی تعلقات میں بہتری کی طرف راغب کرتا ہے۔ جب فرد اپنے اعمال کے بارے میں یہ سمجھتا ہے کہ وہ اللہ کے سامنے جوابدہ ہے، تو وہ معاشرتی اصولوں اور دوسرے افراد کے حقوق کا احترام کرتا ہے۔ ایسا انسان معاشرے میں ایک مثبت تبدیلی لاتا ہے کیونکہ اس کا مقصد صرف ذاتی فائدے یا دنیاوی شہرت کا نہیں ہوتا، بلکہ وہ اللہ کی رضا کے لیے عمل کرتا ہے، جو کہ انسانی معاشرت میں انصاف، مساوات اور اخلاقی اصولوں کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔ ایمان بالغیب کی اہمیت انسانی اور روحانی ترقی کے لحاظ سے بے پناہ ہے۔ یہ ایمان انسان کو سکون، صبر، تسلیم و رضا، اور اللہ کے ساتھ قربت کی طرف رہنمائی دیتا ہے۔ یہ انسان کو ایک بہتر اخلاقی فرد بننے کی ترغیب دیتا ہے اور اس کی روحانی زندگی کو مزید با معنی بناتا ہے۔ اس کا اثر انسان کی سوچ، عمل، اخلاق اور معاشرتی تعلقات پر گہرا ہوتا ہے، اور اس کے ذریعے انسان دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل کرتا ہے۔

4. ایمان بالغیب کی سائنسی اور عقلی تشریح

یہ سوال اکثر اٹھتا ہے کہ کیا ایمان بالغیب کو سائنسی اور عقلی نقطہ نظر سے بھی سمجھا جاسکتا ہے؟

ایمان بالغیب اور سائنس

سائنس ایک تجرباتی میدان ہے جو طبیعی دنیا کی مظاہر کا مطالعہ کرتا ہے۔ ایمان بالغیب ایک روحانی تصور ہے جو انسان کے دل اور ذہن سے متعلق ہے۔ ظاہری طور پر دونوں مختلف دائرے لگتے ہیں۔ تاہم، کچھ اہم نکات ہیں جن پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

* کائنات کی پیچیدگی: سائنس نے کائنات کی پیچیدگی اور نظامت کو ثابت کیا ہے۔ اس پیچیدگی سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس نظام کو کس نے تخلیق کیا؟ سائنس اس سوال کا جواب نہیں دے سکتی، لیکن یہ ایمان بالغیب کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

* زندگی کی ابتدا: زندگی کی ابتدا اور اس کی ترقی کے بارے میں سائنس ابھی تک مکمل طور پر واضح نہیں ہو سکی ہے۔ یہاں بھی سوال پیدا ہوتا ہے کہ زندگی کی ابتدا کس طرح ہوئی؟ سائنسدانوں کے پاس اس کا کوئی حتمی جواب نہیں ہے۔

* کائنات کا آغاز: سائنسدانوں نے "بگ بینگ" کے نظریے کو پیش کیا ہے جس کے مطابق کائنات کا آغاز ایک عظیم دھماکے سے ہوا تھا۔ لیکن اس دھماکے سے پہلے کیا تھا، یہ سوال ابھی تک حل نہیں ہو سکا۔

* انسانی دماغ: انسانی دماغ کی پیچیدگی اور اس کی صلاحیتیں سائنسدانوں کو حیران کرتی رہتی ہیں۔ دماغ کی کچھ صلاحیتیں ایسی ہیں جن کی سائنسی طور پر کوئی وضاحت نہیں ملتی۔

یہ تمام باتیں اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ سائنس کے پاس کائنات اور زندگی کے بارے میں بہت سے سوالوں کے جواب نہیں ہیں۔ یہاں ایمان بالغیب ایک ممکنہ جواب پیش کرتا ہے۔

ایمان بالغیب اور عقل:

عقل انسان کو یہ سوچنے پر مجبور کرتی ہے کہ وہ کون ہے اور اس کی تخلیق کیوں ہوئی۔ ایمان بالغیب انسان کے اس فطری سوال کا جواب فراہم کرتا ہے۔ عقل انسان کو یہ بھی بتاتی ہے کہ کائنات کا اتنا بڑا نظام خود بخود وجود میں نہیں آسکتا۔ اس کے لیے ایک دانا اور قادر مطلق خالق کی ضرورت ہے۔ یعنی کہ

* ایمان بالغیب اور سائنس متضاد نہیں بلکہ ایک دوسرے کو مکمل کرتے ہیں۔

* ایمان بالغیب سائنس سے تلاش شدہ سوالوں کا جواب فراہم کرتا ہے۔

* ایمان بالغیب انسان کو ایک سکون اور اطمینان کا احساس دیتا ہے۔

ایمان بالغیب کی سائنسی اور عقلی تشریح میں ہم اس بات کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ ایمان کس طرح انسان کی عقل، تجربہ، اور سائنسی نظریات سے ہم آہنگ ہو سکتا ہے، یا پھر وہ اس کے دائرہ کار سے باہر کیوں ہے۔

1. عقلی تشریح:

عقلی طور پر ایمان بالغیب کا تعلق انسانی ذہن اور عقل کی حدود سے ہے۔ جب ہم کسی غیر مرئی حقیقت یا اس کی موجودگی پر ایمان رکھتے ہیں، تو ہم عقل سے ماوراء ایک ایسی حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں جسے تجربہ یا مشاہدہ نہیں کیا جاسکتا۔

الف. عقل اور تجربہ کی حدود:

عقل اور تجربہ صرف وہ چیزیں سمجھنے میں معاون ہوتے ہیں جو حواس سے محسوس کی جاسکتی ہیں یا جنہیں سائنسی تجربات سے ثابت کیا جاسکتا ہے۔ ایمان بالغیب اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ انسان کا ذہن اور تجربہ بعض حقیقتوں کو نہیں سمجھ سکتا، کیونکہ وہ تجرباتی یا مشاہداتی دائرے سے باہر ہوتی ہیں۔

مثال کے طور پر، انسان کا دماغ جب تک کوئی چیز براہ راست نہ دیکھے یا تجربہ نہ کرے، وہ اس پر ایمان لانے میں ہچکچاہٹ محسوس کرتا ہے۔ تاہم، یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ حقیقت موجود نہیں، بس یہ کہ انسان کی عقل اس کی حقیقت تک رسائی نہیں کر سکتی۔ جیسے کہ ایک وقت تھا کہ ہم یہ نہیں جانتے تھے کہ جراثیم نام کی کوئی شے ہے بس یہ جانتے تھے کہ کچھ ہے جو رد عمل ظاہر کرتا ہے لیکن کیا ہے؟ پتہ نہیں تھا اور اب اس کو ہم نے جراثیم کا نام دے دیا ہے جو کچھ بے احتیاطی تدابیر سے وجود میں آتے ہیں۔

ب. عقل و ایمان کی تکمیل:

کئی فلسفیوں اور علماء نے کہا ہے کہ ایمان اور عقل ایک دوسرے کے متضاد نہیں ہیں بلکہ یہ ایک دوسرے کو تکمیل دیتے ہیں۔ ایمان بالغیب انسان کی عقل کو تسلیم کرنے کی حدود کو سمجھنے کی ترغیب دیتا ہے، جبکہ عقل انسان کو ایمان کے مفہوم کو سمجھنے اور اس کی حقیقت کو تسلیم کرنے میں مدد دیتی ہے۔

مثال: فزکس میں 'مظاہرہ' اور 'نظریات' کے ذریعے ہم بے شمار چیزوں کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں جو ہمیں براہ راست نظر نہیں آتیں، جیسے نیوٹریوز، یا کوشش نقل کی تفصیل۔ ان نظریات کو سائنسی طور پر ثابت نہیں کیا جاسکتا لیکن وہ حقیقت ہیں کیونکہ ان کے اثرات نظر آتے ہیں۔ اسی طرح، ایمان بالغیب کو بھی عقل سے تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ کچھ حقیقتیں جو ہمیں محسوس نہیں ہو سکتیں، ان کا اثر ہمارے عمل یا رویے میں ظاہر ہوتا ہے۔

ج. دلیل اور منطق:

عقلی طور پر ایمان بالغیب کو ایسے دلائل اور منطق سے سمجھا جاسکتا ہے جو کائنات اور اس کے نظام کی پیچیدگیوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، "پہلی وجہ" کا فلسفہ جسے بعض فلسفیوں نے بیان کیا ہے، یہ مانتا ہے کہ ہر cause کا کوئی نہ کوئی اثر (effect) ہوتا ہے، اور اس اثر کا بھی ایک cause ہوتا ہے، اور یہ سلسلہ کسی نہ کسی پہلی وجہ سے شروع ہوا۔ یہ پہلی وجہ خدا یا کسی متعال قوت کی موجودگی پر ایمان کی طرف لے جاتا ہے، جو کہ غیر مرئی ہے لیکن اس کا اثر ساری کائنات میں ظاہر ہے۔

2. سائنسی تشریح

سائنس کی دنیا میں، ایمان بالغیب کو عام طور پر اس لیے تسلیم نہیں کیا جاتا کیونکہ سائنس تجربہ اور مشاہدے پر مبنی ہے۔ تاہم، کچھ سائنسی نظریات ہیں جو اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ انسان کی حقیقتوں کا مکمل طور پر مشاہدہ یا تجربہ کرنا ممکن نہیں، اور اس کا نتیجہ ایمان بالغیب کے تصورات کی طرف لے جاتا ہے۔

الف. سائنس اور محدودیتیں:

سائنس ہمیشہ ان چیزوں پر مرکوز ہوتی ہے جو تجربے سے ثابت ہو سکیں اور قابل مشاہدہ ہوں۔ اس کے باوجود، سائنسی میدان میں بے شمار ایسی چیزیں ہیں جو ابھی تک انسانی حواس یا آلات سے ثابت نہیں ہو سکیں۔ مثال کے طور پر، کوانٹم فزکس میں subatomic particles (جوہری ذرات) کا behavior ایسا ہوتا ہے جو انسان کی عادی فہم سے باہر ہے، اور ان کا اثر ہم تجربے سے محسوس کرتے ہیں، لیکن ان کا براہ راست مشاہدہ نہیں کیا جاسکتا۔

اسی طرح، سائنس ہمیں بتاتی ہے کہ انسان کا دماغ اور ذہن بہت سی حقیقتوں کو مکمل طور پر سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے، اور اس کے نتیجے میں کچھ مفاہیم اور حقیقتیں صرف ایمان کے ذریعے تسلیم کی جاسکتی ہیں۔

ب. سائنسی انحراف اور کائنات کا راز:

کچھ سائنسدانوں کا یہ بھی خیال ہے کہ کائنات میں بہت سی ایسی حقیقتیں ہیں جو سائنس کی موجودہ فہم سے باہر ہیں۔ مثال کے طور پر، ہائپر ڈائمنشن یا multiverse theory، یہ دونوں ایسے سائنسی نظریات ہیں جو اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ ہماری موجودہ کائنات کی حقیقت صرف ایک چھوٹا سا حصہ ہے، اور اس کے علاوہ اور بھی کائناتیں اور ڈائمنشنز ہو سکتی ہیں جنہیں ہم ابھی تک سمجھ نہیں پائے۔

اسی طرح، سائنسی دنیا بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتی ہے کہ کائنات میں کچھ ایسی حقیقتیں ہیں جو ہم ابھی تک محسوس نہیں کر سکے، اور ان کے بارے میں انسان کو صرف ایمان کے ذریعے تصور کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح، ایمان بالغیب اور سائنسی نظریات کا تعلق براہ راست تجرباتی حقیقتوں سے نہیں ہے، مگر یہ دونوں اپنے اپنے دائرے میں حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں۔

ج. روحانیت اور سائنسی نقطہ نظر:

سائنس اور روحانیت دونوں انسان کے وجود اور کائنات کو سمجھنے کی کوشش کرتی ہیں، اگرچہ مختلف طریقوں سے۔ سائنس میں ہم جو کچھ جانتے ہیں، وہ تجربے اور مشاہدے پر مبنی ہوتا ہے، لیکن روحانیت اور ایمان بالغیب میں ہم غیر محسوس حقیقتوں اور تجرباتی طور پر ثابت نہ ہونے والی حقیقتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ ان دونوں کو ہم مختلف زاویوں سے دیکھ سکتے ہیں، اور بعض سائنسدانوں کا یہ ماننا ہے کہ روحانیت کا سائنسی بنیادوں پر تجزیہ بھی کیا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر، نیوروسائنس اور نفسیات کے شعبے میں یہ دریافت کیا گیا ہے کہ انسان کا ذہن اور شعور کیسے کام کرتا ہے، اور روحانیت کے تجربات جیسے مراقبہ، دعا، اور روحانی تجربات انسانی دماغ کی فعالیت سے جڑے ہوتے ہیں۔ کچھ سائنسی تحقیقیں یہ بتاتی ہیں کہ انسانی دماغ میں روحانی تجربات کے دوران جو کیمیاوی رد عمل ظاہر ہوتے ہیں، وہ انسان کے اندر ایک "روحانی تجربے" کی کیفیت پیدا کرتے ہیں، جو کہ ایمان بالغیب کو سائنسی طریقے سے سمجھنے کی ایک کوشش ہو سکتی ہے۔

ایمان بالغیب کی عقلی اور سائنسی تشریح میں ہم دیکھتے ہیں کہ یہ ایمان حقیقت کی ایک اور سطح کو تسلیم کرتا ہے، جو عقل اور تجربے سے ماوراء ہوتی ہے۔ عقلی طور پر، ایمان بالغیب انسان کو یہ سمجھنے کی دعوت دیتا ہے کہ کچھ حقیقتیں انسان کی فہم اور مشاہدے سے باہر ہیں، اور انہیں تسلیم کرنے کے لئے

ایمان ضروری ہے۔ سائنسی نقطہ نظر سے، ایمان بالغیب ایک طرح سے ان چیزوں کو تسلیم کرتا ہے جو سائنسی اصولوں سے براہ راست ثابت نہیں کی جا سکتیں لیکن ان کے اثرات یا موجودگی کو انسان تجربہ کر سکتا ہے۔ اس طرح، ایمان بالغیب ایک گہرا، مکمل اور متوازن نقطہ نظر فراہم کرتا ہے جو عقل، سائنسی تحقیق اور روحانیت کے بیچ کا پل ثابت ہو سکتا ہے۔

سائنسی تحقیق اور ایمان بالغیب کے درمیان تعلق۔

سائنسی تحقیق اور ایمان بالغیب، دونوں مختلف میدانوں سے تعلق رکھتے ہیں لیکن ان کے درمیان ایک گہرا تعلق بھی ہے۔ سائنس مادی دنیا کے مظاہر کا تجرباتی مطالعہ کرتی ہے جبکہ ایمان بالغیب ان چیزوں پر یقین رکھتا ہے جو ہم اپنی حواس سے محسوس نہیں کر سکتے۔ یہ تمام باتیں اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ سائنس کے پاس کائنات اور زندگی کے بارے میں بہت سے سوالوں کے جواب نہیں ہیں۔ یہاں ایمان بالغیب ایک ممکنہ جواب پیش کرتا ہے۔

1. سائنسی تحقیق:

سائنس ایک ایسا عمل ہے جو تجربے، مشاہدے، اور منطقی استدلال پر مبنی ہے۔ اس کا مقصد دنیا کی حقیقتوں کو سمجھنا، ان کی وضاحت کرنا، اور ان کے بارے میں قابل اعتبار اور قابل تکرار معلومات فراہم کرنا ہے۔ سائنسی تحقیق میں ہم صرف ان چیزوں کو تسلیم کرتے ہیں جو تجربہ، مشاہدہ، اور آزمائش سے ثابت ہو سکیں۔ سائنس میں تجربات، مشاہدات، اور فزیکل دنیا کے مظاہر کی بنیاد پر نتائج اخذ کیے جاتے ہیں۔

سائنسی تحقیق کے اہم اصول:

۱. تجربہ اور مشاہدہ: سائنس تجربات اور مشاہدات کی بنیاد پر کام کرتی ہے، جو مخصوص قوانین اور اصولوں پر عمل کرتے ہیں۔
۲. تکرار: سائنسی نظریات یا تجربات کو بار بار آزما یا جاتا ہے تاکہ ان کے نتائج مسلسل ایک ہی جیسے نکلیں۔
۳. دلائل اور ثبوت: سائنسی حقیقتوں کو قائم کرنے کے لیے منطقی دلائل اور ٹھوس ثبوت کی ضرورت ہوتی ہے۔
۴. مادی دنیا تک محدودیت: سائنس بنیادی طور پر مادی اور قابل مشاہدہ دنیا کے مظاہر پر مرکوز ہوتی ہے۔

2. ایمان بالغیب:

ایمان بالغیب کا مفہوم یہ ہے کہ انسان ایسی حقیقتوں پر ایمان رکھتا ہے جو غیر مادی، غیر محسوس اور عقل یا حواس سے محسوس نہیں کی جا سکتیں۔ ایمان بالغیب انسانی عقل کی محدودیتوں کو تسلیم کرتا ہے اور اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہے کہ کچھ ایسی چیزیں ہیں جو صرف ایمان کے ذریعے تسلیم کی جا سکتی ہیں اور جو سائنسی طریقوں سے ثابت نہیں کی جا سکتیں۔

ایمان بالغیب کے اصول:

۱. غیبی حقیقتوں کا تسلیم: ایمان بالغیب انسان کو یہ تسلیم کرنے کی دعوت دیتا ہے کہ کچھ حقیقتیں انسان کی سمجھ سے بالاتر ہیں۔

۲. عقیدہ اور ایمان: یہ ایمان کا معاملہ ہے، جہاں انسان کا دل، روح اور ضمیر اس پر یقین رکھتے ہیں کہ اللہ اور اس کی تخلیق کی بے شمار حقیقتیں غیب میں بھی ہیں۔

۳. دینی اصولوں کی پیروی: ایمان بالغیب کا تعلق خدا کے کلام اور اس کی ہدایات سے ہوتا ہے، جو مذہبی متون (قرآن، حدیث سیرت صحابہ وغیرہ) میں موجود ہیں۔

۴. روحانیت اور اخلاق: ایمان بالغیب انسان کو روحانی ترقی اور اخلاقی اصلاح کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

3. سائنسی تحقیق اور ایمان بالغیب کے درمیان تعلق:

سائنسی تحقیق اور ایمان بالغیب کے درمیان مختلف سطحوں پر تعلق پایا جاسکتا ہے، جنہیں ہم چند زاویوں سے دیکھ سکتے ہیں:

الف. حدود اور دائرہ کار:

سائنس اور ایمان بالغیب دونوں مختلف دائرے میں کام کرتے ہیں:

سائنس کی بنیاد تجربات، مشاہدات اور مادی حقیقتوں پر ہے۔ سائنس کی حیثیت اور کارکردگی ان چیزوں تک محدود ہے جو جسمانی طور پر نظر آئیں یا تجربات سے ثابت ہو سکیں۔

ایمان بالغیب ایسی حقیقتوں سے جڑا ہے جو غیر مادی اور غیر محسوس ہیں، اور ان کا تعلق انسانی تجربے سے نہیں، بلکہ روحانیت، عقیدہ اور ایمان سے ہے۔ یہ ایمان انسان کے اندر کی روحانی، اخلاقی، اور مابعد الطبعی حقیقتوں کو تسلیم کرتا ہے جو سائنسی طریقہ کار سے ثابت نہیں کی جاسکتیں۔

اس لیے سائنس اور ایمان بالغیب کے درمیان بنیادی فرق یہ ہے کہ سائنس مادی دنیا کی حقیقتوں کو بیان کرتی ہے، جبکہ ایمان بالغیب غیر مادی، غیبی اور روحانی حقیقتوں پر ایمان لانے کی ایک روحانی حیثیت رکھتا ہے۔

ب. سائنس اور مذہب کی ہم آہنگی:

کئی افراد یہ مانتے ہیں کہ سائنس اور ایمان بالغیب آپس میں متضاد نہیں ہیں، بلکہ یہ ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔ کئی سائنسی مفکرین نے اس بات پر زور دیا ہے کہ سائنس کی دریافتیں اور مادی حقیقتیں اللہ کی تخلیق کے مظاہر ہیں اور ایمان بالغیب کا مقصد انسان کو ان حقیقتوں کا ادراک دینا ہے۔ مثال کے طور پر:

کائنات کی تخلیق: سائنس اس بات کی وضاحت فراہم کرتی ہے کہ کائنات کیسے بنی، لیکن ایمان بالغیب انسان کو یہ بتاتا ہے کہ اس کائنات کی تخلیق کا ایک مقصد ہے، جو اللہ کی حکمت سے جڑا ہوا ہے۔

کشش ثقل اور نظام کائنات: سائنسی تحقیق یہ بتاتی ہے کہ کائنات کے اندر سب کچھ اللہ کی بنائی ہوئی قانونِ فطرت (جیسے کشش ثقل، توانائی وغیرہ) کے مطابق چل رہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سائنسی دریافتیں دراصل اللہ کی حکمت اور اس کی مشیت کی عکاسی کرتی ہیں۔

ج. سائنسی انحراف اور ایمان بالغیب:

سائنس ہمیشہ قابلِ مشاہدہ حقیقتوں پر مرکوز ہوتی ہے، مگر کچھ سائنسی سوالات یا مسائل ایسے ہیں جن کے جواب دینے کے لیے تجربات اور مشاہدات کی ضرورت نہیں ہو سکتی۔ مثلاً، کوانٹم فزکس کے بعض مسائل جیسے subatomic particles (جوہری ذرات) کے غیر واضح رویے اور multiverse theory (کائناتوں کا وجود) نے سائنسدانوں کو اس بات پر غور کرنے کی ترغیب دی ہے کہ ہمارے موجودہ سائنسی آلات یا طریقے اس حقیقتوں کو مکمل طور پر سمجھنے کے قابل نہیں ہیں۔ اس طرح کی باتوں میں ایمان بالغیب کا کردار بڑھتا ہے کیونکہ انسان کی عقل کو بعض حقیقتوں کا ادراک تجربہ یا سائنسی آلات سے نہیں ہو سکتا۔

د. روحانیت اور سائنسی تحقیق کا انضمام:

سائنس اور روحانیت دونوں انسان کی حقیقتوں کو سمجھنے کی کوشش کرتی ہیں، لیکن مختلف طریقوں سے۔ کچھ سائنسی تحقیقات، جیسے نیوروسائنس اور نفسیات میں، یہ دکھاتی ہیں کہ انسان کا دماغ روحانی تجربات (جیسے دعا، مراقبہ، اور روحانی تجربات) کے دوران مختلف کیمیائی رد عمل پیدا کرتا ہے۔ اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ سائنسی تحقیق اور ایمان بالغیب کے درمیان ایک تعلق ہو سکتا ہے، جہاں سائنس روحانی تجربات کے اثرات اور ان کے عمل کو مادی طور پر وضاحت دینے کی کوشش کرتی ہے۔

الحاصل یہ کہ:

سائنسی تحقیق اور ایمان بالغیب دونوں اپنے اپنے دائرے میں حقیقتوں کو تسلیم کرتے ہیں، مگر ان کے طریقے مختلف ہیں۔ سائنس مادی دنیا اور اس کے قوانین کی وضاحت کرتی ہے، جب کہ ایمان بالغیب غیبی حقیقتوں، روحانیت اور مابعد الطبعی حقیقتوں پر ایمان رکھتا ہے۔ دونوں کے درمیان تعلق اس بات میں موجود ہے کہ سائنس مادی حقیقتوں کی تفصیل بیان کرتی ہے جبکہ ایمان بالغیب انسان کو ان حقیقتوں کے معنی اور مقصد کو سمجھنے کی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اگر ہم دونوں کو مختلف زاویوں سے دیکھیں، تو سائنس اور ایمان ایک دوسرے کے تکمیلی پہلو بن سکتے ہیں۔

غیب کے حوالے سے سائنسی نقطہ نظر۔

غیب ایک ایسا تصور ہے جو مذہبی، فلسفیانہ، اور ثقافتی اعتبار سے مختلف تفسیر رکھتا ہے۔ جب ہم غیب کی بات کرتے ہیں تو یہ عام طور پر ایسے امور یا حقیقتوں کی طرف اشارہ کرتا ہے جو ہمارے حواس سے اوجھل ہوں یا جو اس وقت تک ہماری سمجھ سے باہر ہوں، جب تک کہ ان کا مشاہدہ یا دریافت نہ کیا جائے۔ یہ اصطلاح مذہبی متون میں زیادہ استعمال ہوتی ہے، جہاں غیب کو وہ علم یا حقیقتیں کہا جاتا ہے جو صرف خدا یا منتخب افراد کو معلوم ہیں۔ سائنسی نقطہ نظر سے غیب: سائنس اس بات پر زور دیتی ہے کہ جو چیزیں ہماری فطری حیات (آنکھ، کان، وغیرہ) سے ماوراء ہوں، وہ کسی نہ کسی طریقے سے دریافت کی جاسکتی ہیں یا پھر ان کی موجودگی کا پتا چلایا جاسکتا ہے۔ سائنسی تحقیق میں غیب کے حوالے سے دو بنیادی نکات ہیں:

۱. محدودیت علم: سائنس تسلیم کرتی ہے کہ انسان کا موجودہ علم اور ٹیکنالوجی کچھ خاص حدود تک ہی جا پہنچا ہے۔ بہت سی چیزیں ہمارے علم سے باہر ہو سکتی ہیں، مگر ان کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ مثلاً، کائنات میں موجود تمام بلیک ہولز، گہرا خلا، یا کوانٹم سطح کی حقیقتیں وہ چیزیں ہیں جو ابھی پوری طرح سے سمجھ میں نہیں آئیں۔

۲. مستقبل کی تحقیق: سائنس ہمیشہ نئی دریافتوں کی طرف بڑھ رہی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ جو آج غیب ہے، وہ ہمیشہ کے لیے غیب رہے گا۔ مثال کے طور پر، ایک زمانے میں بہت ساری قدرتی قوتوں اور قدرتی مظاہر کو انسان غیب سمجھتا تھا، جیسے بجلی یا آسمانی آفات، لیکن جدید سائنس نے ان سب کو سمجھا اور ان کی تفصیل معلوم کی۔

لہذا، سائنسی نقطہ نظر سے غیب وہ چیزیں ہیں جو ابھی تک ہماری فہم سے باہر ہیں، لیکن انہیں مستقبل کی تحقیق یا ٹیکنالوجی کی مدد سے سمجھا جاسکتا ہے۔ اس لیے سائنسی تحقیق ہمیشہ اس امکان کو برقرار رکھتی ہے کہ آج جو غیب لگ رہا ہے، کل وہ حقیقت بن سکتا ہے۔

غیب اور سائنس: ایک پیچیدہ تعلق ہے۔ کیونکہ غیب کا لفظ عام طور پر ان چیزوں کے لیے استعمال ہوتا ہے جو ہماری حواس سے ماوراء ہوں، جنہیں ہم براہ راست نہیں دیکھ، سن، چھو، چکھ یا سونگھ سکتے۔ یہ ایسی چیزیں ہیں جن کے بارے میں ہماری معلومات محدود ہوتی ہیں یا بعض اوقات تو ہوتی ہی نہیں۔

سائنس ایک تجرباتی میدان ہے جو طبعی دنیا کے مظاہر کا مطالعہ کرتا ہے۔ سائنس کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ چیزوں کو قابل مشاہدہ اور قابل پیمائش بنائے۔

* سائنس کی حدود: سائنس کی ایک بڑی حد یہ ہے کہ وہ صرف ان چیزوں کا مطالعہ کر سکتی ہے جنہیں ہماری حواس محسوس کر سکتی ہیں یا جنہیں ہم اپنے آلات کی مدد سے محسوس کر سکتے ہیں۔ غیب کی تعریف کے مطابق، وہ چیزیں سائنس کی پہنچ سے باہر ہیں۔

* سائنس کے سوالات: سائنس نے ہمیں کائنات کے بارے میں بہت کچھ بتایا ہے لیکن اس نے کچھ بنیادی سوالات بھی کھڑے کر دیئے ہیں جن کا جواب ابھی تک نہیں ملا۔ مثلاً:

* کائنات کا آغاز کیسے ہوا؟

* زندگی کی ابتدا کیسے ہوئی؟

* شعور کیا ہے اور یہ کس طرح پیدا ہوتا ہے؟

* ایمان اور سائنس: بہت سے لوگ ایمان رکھتے ہیں کہ کائنات کا ایک خالق ہے اور اس خالق کے پاس ایسا علم ہے جو انسانوں کے لیے ناپید ہے۔

یہ ایمان سائنس کے ان سوالوں کے جواب دینے کی کوشش کرتا ہے۔

سائنس اور ایمان کے تعلق کے بارے میں مختلف نظریات ہیں:

* متضاد: کچھ لوگ سائنس اور ایمان کو متضاد سمجھتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ سائنس اور ایمان ایک دوسرے کے خلاف ہیں۔

* مکمل: کچھ لوگ سائنس اور ایمان کو ایک دوسرے کی تکمیل سمجھتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ سائنس مادی دنیا کے بارے میں بتاتی ہے اور ایمان روحانی

دنیا کے بارے میں۔

غیب اور سائنس ایک پیچیدہ موضوع ہے۔ سائنس اور ایمان کے درمیان تعلق کو سمجھنے کے لیے ہمیں دونوں کو کھلے ذہن سے دیکھنا ہوگا۔ سائنس

ہمیں مادی دنیا کے بارے میں بہت کچھ بتاتی ہے لیکن وہ ہر سوال کا جواب نہیں دے سکتی۔ ایمان ہمیں روحانی دنیا کے بارے میں بتاتا ہے اور ہمیں

زندگی کا ایک مقصد فراہم کرتا ہے۔

اہم بات یہ ہے کہ سائنس اور ایمان دونوں ایک دوسرے کے مخالف ہے ہی نہیں بلکہ ایمان سائنس کو ترقی اور سائنس ایمان کو تازگی بخشتا ہے کہ

اس کے ذریعے اللہ ربی کی قدرت کے مظاہر سامنے آتے ہیں۔

ایمان بالغیب کا سماجی اور نفسیاتی اثر۔

ایمان بالغیب کا صرف مذہبی پہلو ہی اہم نہیں بلکہ اس کے سماجی اور نفسیاتی اثرات بھی بہت گہرے اور وسیع ہیں۔ یہ ایمان انسان کے اندر ایک تبدیلی

پیدا کرتا ہے جو اس کے رویے، تعلقات اور مجموعی طور پر معاشرے کو متاثر کرتا ہے۔ آئیے اس کے سماجی اور نفسیاتی اثرات کو تفصیل سے سمجھتے ہیں۔

سماجی اثرات

* معاشرے میں امن و امان: ایمان بالغیب انسان میں دوسروں کے حقوق کی پاسداری اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا احساس پیدا کرتا

ہے۔ یہ معاشرے میں امن، بھائی چارہ اور اتحاد کو فروغ دیتا ہے۔

* اخلاقی قدریں: ایمان بالغیب انسان میں اخلاقی قدریں پیدا کرتا ہے جیسے کہ صداقت، امانت داری، انصاف اور رحم دل ہونا۔ یہ معاشرے کو ایک

مثبت اور اخلاقی ماحول فراہم کرتا ہے۔

* سماجی خدمت: ایمان بالغیب انسان میں سماجی خدمت کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ لوگ دوسروں کی مدد کرنے، غریبوں اور مسکینوں کی خدمت کرنے اور معاشرے کی بہتری کے لیے کام کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

* قانون کی پاسداری: ایمان بالغیب انسان میں قانون کی پاسداری کا احساس پیدا کرتا ہے۔ کیونکہ قانون کی پاسداری اللہ کا حکم ہے اور اس کی خلاف ورزی یہ گناہ کے زمرے میں آئیے گا۔

* تعصب اور نفرت کا خاتمہ: ایمان بالغیب انسان میں تعصب اور نفرت کو ختم کرنے میں مدد دیتا ہے۔ یہ انسان کو یہ سکھاتا ہے کہ تمام انسان اللہ کے بندے ہیں ان میں سب گورے کالے برابر ہیں اور ان سب کا احترام لازم ہے۔

نفسیاتی اثرات

* دل کی سکینت: ایمان بالغیب انسان کے دل کو سکون اور اطمینان فراہم کرتا ہے۔ جب انسان یہ یقین رکھتا ہے کہ اس کی زندگی کا مقصد ہے اور اس کا حساب کتاب ہو گا تو وہ دنیاوی پریشانیوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔

* خوف اور امید: ایمان بالغیب انسان میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے خوف اور اس کی رحمت کی امید پیدا کرتا ہے۔ یہ خوف انسان کو برائیوں سے بچاتا ہے اور امید انسان کو نیک اعمال کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔

* خود اعتمادی: ایمان بالغیب انسان میں خود اعتمادی پیدا کرتا ہے۔ جب انسان یہ یقین رکھتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے تو وہ اپنی صلاحیتوں پر یقین رکھتا ہے۔

* صبر اور استقامت: ایمان بالغیب انسان میں صبر اور استقامت پیدا کرتا ہے۔ جب انسان یہ یقین رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہے تو وہ مشکلات میں صبر کرتا ہے۔

* روحانی ترقی: ایمان بالغیب انسان کو روحانی طور پر ترقی کرنے میں مدد دیتا ہے۔ یہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف لے جاتا ہے اور اسے اس کی قربت حاصل کرنے میں مدد دیتا ہے۔

ایمان بالغیب انسان کی زندگی کے ہر پہلو کو متاثر کرتا ہے۔ یہ انسان کو ایک بہتر فرد، ایک بہتر شہری اور ایک بہتر مسلمان بناتا ہے۔ ایمان بالغیب کے سماجی اور نفسیاتی اثرات نہ صرف فرد بلکہ پورے معاشرے کو بہتر بنانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

خلاصہ کے طور پر، ایمان بالغیب کے سماجی اور نفسیاتی اثرات یہ ہیں:

* معاشرے میں امن و امان * اخلاقی قدریں * سماجی خدمت * قانون کی پاسداری * تعصب اور نفرت کا خاتمہ * دل کی سکینت * خوف اور امید * خود اعتمادی * صبر اور استقامت * روحانی ترقی

ایمان بالغیب سے مراد وہ عقیدہ یا ایمان ہے جو کسی فرد یا گروہ کا کسی غیر مرئی یا غیر مادی حقیقت پر ہوتا ہے، جیسے کہ خدا، فرشتے، قیامت، تقدیر، یا کسی دوسری روحانی حقیقت پر ایمان۔ یہ ایمان کسی بھی تجرباتی یا مادی شواہد پر مبنی نہیں ہوتا، بلکہ یہ مذہبی یا روحانی عقائد پر قائم ہوتا ہے۔ ایمان بالغیب کا سماجی اور نفسیاتی اثرات بہت گہرے اور متنوع ہو سکتے ہیں۔

سماجی اثرات:

۱. مذہبی ہم آہنگی اور اتحاد: ایمان بالغیب افراد اور گروہوں کو ایک مذہبی یا ثقافتی برادری میں متحد کرتا ہے۔ جب لوگ ایک ہی عقیدہ رکھتے ہیں، تو وہ ایک دوسرے کے ساتھ مشترکہ تعلق محسوس کرتے ہیں، جو کہ ایک سماجی نیٹ ورک اور سپورٹ سسٹم کی تشکیل میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ یہ مذہبی یا روحانی تعلقات کیونٹی کے اندر محبت، ہمدردی، اور تعاون کو بڑھا سکتے ہیں۔

۲. معاشرتی اخلاقیات اور ضوابط: ایمان بالغیب انسانوں کو ایک اعلیٰ مقصد اور اخلاقی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ مختلف مذاہب میں ایسے اصول اور ہدایات دی گئی ہیں جو فرد کے برتاؤ، کردار، اور معاشرتی تعلقات کو بہتر بنانے کی کوشش کرتی ہیں۔ اور یہی انسان کی زندگی میں برابری، انصاف، اور انسانی ہمدردی کو فروغ دیتے ہیں۔

۳. معاشرتی نظم و ضبط: بہت ساری ثقافتوں میں، ایمان بالغیب اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ افراد سماج کے ضوابط اور اصولوں کی پیروی کریں گے، کیونکہ انہیں عقیدہ ہوتا ہے کہ خدا یا ایک اعلیٰ قوت ان کی سرگرمیوں کو دیکھ رہی ہے اور وہ انہیں جزا یا سزا دے گی۔ اس طرح، ایمان بالغیب معاشرتی نظم و ضبط کو بہتر بنا سکتا ہے۔

نفسیاتی اثرات:

۱. روحانی سکون اور تسلی: ایمان بالغیب افراد کو ایک پائیدار سکون اور اطمینان فراہم کرتا ہے، کیونکہ انہیں یقین ہوتا ہے کہ وہ خدا کی رہنمائی میں ہیں اور ان کی زندگی کا کوئی مقصد ہے۔ اس طرح کے عقائد افراد کو بے چینی اور اضطراب سے بچا سکتے ہیں، خاص طور پر زندگی کے مشکل مراحل میں۔

۲. معنویت اور زندگی کا مقصد: ایمان بالغیب انسان کو اپنی زندگی میں ایک گہری معنویت فراہم کرتا ہے۔ وہ اسے اس کی زندگی کا ایک خاص مقصد و مشن دیتا جس کا مقصد فقط اللہ کی رضا ہوتا ہے، اور اس کی زندگی کی مشکلات اور آزمائشیں ایک اعلیٰ مقصد کے تحت ہوتی ہیں۔ یہی تصور افراد کو زندگی کے چیلنجز کا سامنا کرنے کی طاقت فراہم کرتا ہے۔

۳. خوف سے نجات: ایمان بالغیب دل سے موت اور لوگوں کے خوف کو ختم کر دیتا ہے۔ جب یہ عقیدہ ہو کہ موت کے بعد ایک اور زندگی یعنی روز قیامت سامنا ہوگا، جس سے اس دنیوی زندگی کی فانی نوعیت کا احساس کم ہوتا ہے اور زندگی کو زیادہ پرسکون طریقے سے گزار سکتے ہیں۔

۴. معاشرتی تعلقات پر اثر: ایمان بالغیب فرد کی نفسیات پر بھی اثر ڈالتا ہے، خاص طور پر اس کے دوسروں سے تعلقات پر۔ اگر کسی شخص کا ایمان مضبوط ہو تو وہ دوسروں کے ساتھ زیادہ ہمدرد اور رحم دل ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ، وہ اپنی زندگی میں زیادہ صبر و تحمل اختیار کرتا ہے، کیونکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ ہر چیز کا ایک بہتر مقصد ہے اور اللہ کا ہر فیصلہ درست ہے۔

ایمان بالغیب کے سماجی اور نفسیاتی اثرات بہت گہرے مرتب ہوتے ہیں۔ جہاں یہ ایمان فرد کی زندگی کو معنویت، سکون اور معنوی مقصد فراہم کرتا ہے، وہاں یہ سماج میں اتحاد و ہم آہنگی کی بنیاد بھی بنا سکتا ہے۔ اسی طرح، نفسیاتی سطح پر یہ فرد کی ذہنی سکونت اور زندگی کے مقصد کو بڑھا سکتا ہے، اس نے اپنے وقت سے کافی آگے کی تیاری کی ہوتی ہے اور ہر دم تیار رہتا ہے۔

1. الحاد کا معنی و مفہوم:

اردو کے مشہور لغت فیروز اللغات میں الحاد کو اس طرح بیان کیا گیا ہے "سیدھے راستے سے کتر جانا، دین حق سے پھر جانا" ملحد ہو جانا۔ امام زجاج الحاد کے معنوں کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں "الحاد فیہ الشک فی اللہ" الحاد اللہ کے بارے میں شک کرنا ہے۔ لسان العرب میں اس کے معنی اس طرح بیان کیا گیا ہے "المیل والعدول عن الشيء" کس چیز سے کنارہ کشی اختیار کرنا ہے۔ الحاد کو بیان کرتے ہوئے علامہ راغب اصفہانی اپنی کتاب

مفردات القرآن میں تحریر فرماتے ہیں "والالحاد ضربان: الحاد الاء الشکر باللہ والحاد الی الشکر بالاسباب فالاول ینافی الایمان ویبطلہ والثانی یوہن عراہ ولایبطلہ" الحاد دو قسم پر ہیں ایک شکر باللہ کی طرف مائل ہونا اور دوسرا بالاسباب کی طرف مائل ہونا اول قسم کا الحاد ایمان کے منافی ہے اور اس کو باطل کر دیتا ہے دوسرا الحاد ایمان کو تو باطل نہیں کرتا لیکن اس کے حلقے کو کمزور کر دیتے ہیں Merriam webster کہ مطابق الحاد کی تعریف یہ ہے "عقیدے میں کمی یا خدا کے وجود کا مکمل اور مضبوط انکار"

ایک اصطلاح کے طور پر الحاد (atheism) سترویں صدی کے اختتام میں یورپ میں پہلی مرتبہ استعمال ہوا (athesim) کو ایک عقیدے کے طور پر سب سے پہلے سترویں صدی میں Boran D'Holbach نے اپنایا۔ Julian Baggini اس بارے میں اپنی کتاب Atheism: A very short introduction میں لکھتا ہے کہ

"David Berman is struck by how late atheism emerged as an avowed belief system . He claims the 1770 first avowedly atheist work was Baron'd Holbach's the system of nature published in اس بات پر اصرار کرتا ہے کہ الحاد کتنی دیر سے ایک عقیدہ نظام کے طور پر ابھرا۔ وہ دعویٰ کرتا ہے کہ پہلی بار ملحد کا کام بیرن ڈی ہولباچ کا دی سسٹم آف نیچر تھا جو 1770 میں شائع ہوا تھا۔

اصطلاحی طور پر اس کے تین بڑے مطلب ہیں: ایک نظریہ انسان کا وجودی رویہ جو خدا کے وجود کی نفی کا اظہار کرتا ہے اور ایک کامل اور ماورائی نظریے کے طور پر سمجھا جاتا ہے۔ ایک ایسا رویہ جو خدا کے وجود کو تسلیم کرتا ہے لیکن صفات کا انکار کرتا ہے۔ ایک ایسا نظریہ جس میں کہا گیا ہے کہ خدا کا سابقہ وجود ثابت کرنا ناممکن ہے یا اس کے وجود کا تعین نہیں کیا جاسکتا۔

تاریخی طور پر دیکھا جائے تو ہر زمانے میں الحاد نے شکل بدلی ہے اور ہر زمانے کے رجحانات کے ساتھ الحاد کی ایک نئی صورت سامنے آئی ہے۔ لیکن ہر دور کا الحاد ان مذکورہ بالا نظریات کے دائرہ کار میں رہا ہے۔

الحاد کا قرآن کا ذکر :

قرآن مجید میں بھی الحاد کا ذکر مختلف جگہوں پر کیا گیا ہے ایک جگہ پر ارشاد ربانی ہے "ان الذین یلحدون فی البتلاا یحقوقون علینا" ترجمہ، بیشک جو لوگ ہماری آیتوں میں سیدھی راہ سے بنتے ہیں وہ ہم پر پوشیدہ نہیں ہیں۔ اس آیت کریمہ کی تشریح کرتے ہوئے مولانا احمد عثمانی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ "یعنی اللہ کی طرف دعوت دینے والوں کی زبان سے آیات تنزل نہ سن کر اور قرطاس دہر پر خدا کی آیات کو دیکھ کر بھی جو لوگ کجی سے باز نہیں آتے اور سیدھی سیدھی باتوں کو وہی تباہی شہادت پیدا کر کے ٹیرھی بناتے ہیں خواہ مخواہ توڑ مروڑ کر ان کا مطلب غلط لیتے ہیں یا یوں ہی جھوٹ موٹ کے عذر اور بہانے تراش کر ان آیات کے ماننے میں ہیر پھیر کرتے ہیں۔ ایسی چال چلنے والوں کو اللہ خوب جانتا ہے"

ایک دوسری جگہ فرمان الہی ہے "وللہ الاسماء الحسنیٰ فادعوه بھا وذروا الذین یلحدون فی اسمائہ" اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے مولانا امین احسن اصلاحی اپنی تفسیر تدر قرآن میں لکھتے ہیں: الحاد کا لفظ یہاں صفات الہی کی بے حرمتی کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ عربی میں اگر کہیں "فلان الحد فی الحرم" تو اس کے معنی ہونگے، استحل حرمتھا انتکھا، یلحدون فی اسمائہ کے معنی ہوئے جو خدا کی صفات کی بے حرمتی دے تو قیری کرتے ہیں۔ یعنی اس کے ساتھ ایسی صفات کا جوڑ لگاتے ہیں جو اس کی ذات و صفات کی اہانت کرنے والی ہیں جن سے پاک و برتر ہے اور یہ جو فرمایا "کہ ان کو چھوڑوں" تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اگر نہیں مانتے تو ان کا معاملہ خدا کے حوالے کر دو۔

الحاد کی اقسام: الحاد بنیادی طور پر وقت کے ساتھ ساتھ تبدیل ہونے والا ایک رجحاناتی سلسلہ ہے جس میں بنیادی کردار اس فلسفیانہ اظہار رائے اور علمی فکر کا ہوتا ہے جو خدا کے وجود کی تقسیم سے وابستہ ہے اس کی تمام شکلوں میں الحاد ایک ثانوی رویہ ہے جس میں خدا کے بارے ایک سوچ جو انسانی ذہن

میں ہوتی ہے اس کے مقابلے وہ ایک دوسری سوچ لے کر آتا ہے جو اس کو ذاتی علم سے حاصل ہوتی ہے یا پھر ثقافتی ماحول سے حاصل کرتا ہے اس میں خدا کا انکار یا الحاد بنیادی حیثیت نہیں رکھتا کیونکہ خدا کے انکار کو وہ بعد میں مختلف ذرائع سے حاصل کرتا ہے۔

الحاد اصل میں ایک پیچیدہ رجحان ہے جس کی کافی ساری اقسام بنتی ہیں ذیل میں ہم الحاد کی چند اقسام کا ذکر کرتے ہیں:

فلسفیانہ (Philosophically) قسم جس کا مطلب یہ ہے کہ خدا کے وجود کی مکمل نفی یا خدا کے تصور کے عقیدے کو مسخ کرنا یہ الحاد کی سب سے بڑی قسم ہے الحاد کی ساری عمارت کی بنیاد اسی پر ہے۔

مابعد الطبیعیاتی (metaphysical) جس میں علمی سطح پر بحث ہوتی ہے۔ اگناسٹزم (Agnosticism) اس کا مطلب ہے کہ خدا کا کوئی علمی علم نہیں۔ شکوک و شبہات: (Skepticism) جس کا مطلب ہے کہ خدا کے وجود کا مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔

علمی الحاد (Epistemological) اس میں خدا کے وجود کے نہ ہونے کی علمی بحث ہے۔ (21)

2. الحاد کی تاریخ:

الحاد کی تاریخ بڑی دلچسپ ہے قرون وسطیٰ میں یورپی پادری نے اسلامی تعلیمات اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو منسوخ کر کے مغربی دنیا کے سامنے پیش کیا مسلمانوں کو جاہل اور جنگجو ظاہر کر کے ایک خلاف نفرت پھیلائی۔ انہیں عیسائیت کا دشمن قرار دے کر یورپی عیسائی اقوام کو ان کے خلاف جنگ پر ابھارا۔ صلیبی معرکوں کے اسباب میں سب سے بڑا سبب مغربی پادری کا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یہی معاندانہ رویہ تھا۔ متعدد جنگوں میں پٹنے کے بعد عیسائی اقوام کو بالآخر سلطان صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں فیصلے کن شکست ہوئی۔

صلیبی جنگوں میں شریک ہزار یورپی عیسائیوں نے مشرق وسطیٰ میں اسلامی تہذیب و تمدن کا براہ راست مشاہدہ کیا دینی و اسلامی علوم کے ساتھ ساتھ منطق فلسفہ، تقابل ادیان، ریاضی، ہیئت، تاریخ، جغرافیہ، معاشیات، سیاسیات، طبیعیات، علم کیمیا جیسے علوم کی تدریس و تحقیق کے لیے اشیاء کو چک، عراق، شام، لبنان، فلسطین اور مصر میں درگاہوں کا جال بچھا دیکھا۔ دینی و دنیاوی علوم کے جید علماء اور ماہرین ہیئت و ہندسہ کے اخلاق کردار اور شرافت و انسانیت سے گہرا اثر قبول کیا۔ وہ سائنسی تجربہ گاہوں اور طبی معاملے میں سائنسی، تکنیکی اور طبعی ایجادات و انکشافات نیز مسلمان سائنسدانوں اور طبیوں کے انہماک سے متاثر ہوئے انہوں نے مساجد و مدارس عالمگیر دین اسلام کے خطباء مبلعین کو محبت پہ الہی، اخلاق حسنہ، انسانیت، دوستی اور رواداری اور خدمت خلق کی دعوت و تبلیغ میں مصروف پایا۔ وہ مسلمانوں کی ترقی یافتہ بیانیہ پرزراعت صنعت و تجارت دیکھ کر متحیر رہ گئے۔ غرض یورپی عیسائی سیاسی اور فوجی طور پر تو شکست کھا چکے تھے، وہ ذہنی طور پر بھی اسلامی تہذیب و ثقافت اور اسلامی علوم و فنون کی عظمت کے دل و جان سے قائل ہو کر یورپ لوٹے مغربی پادری کی محدود مذہبی تصور میں انسانیت کے دنیاوی فلاح و بہبود کی کوئی گنجائش موجود نہ تھی دوسری طرف عیسائی اہل علم و دانش اسلام اور مسلمانوں کی ترقی اور اپنی پسماندگی کا تقابل کرتے اور مسلمانوں جیسی ترقی یافتہ قوم بننے کی خواہش کے ساتھ جدید سائنسی اور معاشرتی علوم کو اپنانے کے لیے بے قراری کا اظہار کرتے۔ یہی وہ دور تھا جس میں سائنسی اور طبیعیاتی علوم پر کام کرنے والے کئی یورپی

سائنسدانوں اور ہیئت دانوں کو پادری کے فتوے پر پھانسی پر لٹکایا گیا اسی دور میں مذہب اور سائنس کو ایک دوسرے سے متصادم قرار دے دیا گیا۔ مذہب اور سائنس کی اس جنگ میں بالآخر پادری کو شکست ہوئی چونکہ پادری اپنے آپ کو مذہب کے مترادف قرار دیتا تھا اس لیے شکست کا مطلب مذہب کی شکست سمجھا جانے لگا۔ انفس وفاق کے ماہرین نے کائنات و حیاتیات میں جدید انکشافات کی بنیاد پر قوانین فطرت ہی کو مدار اعلیٰ قرار دے کر خدا کے تصور کو بے حد متاثر کیا۔ کائنات و حیاتیات کی تحقیق اور تلاش و جستجو میں انہیں اپنے موقف کی تائید میں مسلسل دلائل فراہم ہوتے گئے اور وہ اپنے نقطے نظر کو علم و تحقیق کی بنیادوں پر استوار کرتے چلے گئے۔ اسحاق نیوٹن (1622-1727) والیٹر (1694-1778) ڈیوڈ ہیوم (1711-1776ء) ڈارون (1809-1882) جیسے ماہرین سائنس، فلسفہ، فلکیات و حیاتیات کے نظریات نے مابعد الطبیعیات عقائد و تصورات کو سخت نقصان پہنچایا اور ان کی جگہ طبیعیات پر انحصار کے نظریے کو تقویت دی۔ ان کے مقابلے میں پادری صاحبان بدلے ہوئے حالات کے مطابق اپنے آپ کو نہ ڈھال سکے۔ وہ اپنے اندر رواداری، وسعت نظری اور وصف تعریف و تحسین پیدا نہ کر سکے۔ بلکہ اپنے محدود علم کی بنا پر انہوں نے سائنس کو مذہب کو مخالف قرار دے دیا اور اس طرح جدید علوم و فنون کے ساتھ معاندانہ رویہ اختیار کر کے مذہب کے حق میں سائنسی اور عالمی بنیاد پر ٹھوس دلائل پیش کرنے میں ناکام رہے حالانکہ وہ اپنے منصب کے اعتبار سے اس بات کے ذمہ دار تھے کہ کائنات و حیاتیات کے بارے میں جو جدید معلومات سامنے آرہی تھی ان کی روشنی میں خالق کائنات پر ایمان و عقیدے کے نئے دلائل اخذ کرتے اور مابعد الطبیعیات عقائد و تصورات کو تقویت پہنچاتے لیکن وہ اپنی کم علمی اور رجعت پسندی کی سبب ایسا نہ کر سکے۔ اس کشمکش کا نتیجہ یہ ہوا کہ سائنس اور فلسفے نے یورپ کو پوری طرح اپنے لپیٹ میں لے لیا اور مذہب کی گرفت ڈھیلی بڑھتی چلی گئی۔

پادری کی کم علمی، تنگ نظری، ہٹ دھرمی اور سائنسی حکمتی اور معاشرتی علوم کے مخالفت کے سبب یورپ میں بالآخر پادری اور پارلیمان کے دائرے کار کو علیحدہ علیحدہ کر کے پادری کے دائرے عمل کو گرجے کے چار دیواری میں محدود کر دیا گیا اسے پارلیمان میں ہونے والے آئین سازی اور قانون سازی میں مداخلت کا کوئی اختیار نہ رہا یورپ کے عوام و خواص اپنی مرضی کے مطابق قانون سازی کے لیے اپنی پسند کے ممبران پارلیمان کا انتخاب کرنے لگے یورپ میں پادری اور پارلیمان کے بعد قانون سازی کی بنیاد انسانی سوچ اور فکر قرار پائی اور مذہب الہیات اور مذہبی رسوم و عبادات تک محدود ہو کر رہ گیا۔ (22)

اسی طرح الحاد کے بڑھوتری میں دو تحریکوں نے بہت زیادہ کام کیا ان میں سے ایک کا نام ہے "ڈی ازم" اور دوسری کا نام ہے "سیکولر ازم" Deism کی تحریک کا بنیادی نظریہ یہ تھا کہ اگرچہ خدا ہی نے اس کائنات کو تخلیق کیا ہے لیکن اس کے بعد وہ اس سے بے نیاز ہو گیا ہے اب یہ کائنات خود بخود چل رہی ہے دوسرے لفظوں میں تحریک کا ہدف مذہب کے عقیدے رسالت کا انکار تھا اس تحریک کو فروغ ڈیوڈ ہیوم اور ملٹن کے علاوہ ایڈم سمٹھ کی تحریکوں سے بھی ملا۔

"سیکولرزم" اسی الحاد کی بنیاد پر سیکولرزم کا نظریہ وجود پزیر ہوا جو مذہب اور الحاد کے درمیان تطبیق (Reconciliation) کی حیثیت رکھتا تھا فلسفیانہ اور ملحدانہ نظریات نے اہل یورپ کے اثر افیہ کو بری طرح متاثر کر دیا تھا۔ ان کے ہاں تعلیم یافتہ ہونے کا مطلب ہی ملحد اور لادین ہوتا تھا دوسری طرف عوام الناس اہل مذہب کا اثر سوخ خاصی حد تک باقی تھا۔ اہل مذہب کا ایک اور مسئلہ یہ بھی تھا کہ وہ بہت سے فرقوں میں منقسم تھے اور ایک فرقے کے لیے یہ ناممکن تھا کہ وہ دوسرے کی بالادستی قبول کر سکیں۔ ان حالات میں انہوں نے یہ طے کر لیا تھا کہ ہر فرد کو اپنی ذات میں تو اپنے عقیدے پر قائم رہنے کی آزادی دی جائے لیکن اجتماعی اور ریاستی سطح پر مذہب سے بالکل لا تعلق ہو کر خالص عقل و دانش اور جمہوریت کی بنیادوں پر نظم حیات کو مرتب کر لیا جائے اگر حکومت کو کوئی سرکاری مذہب ہو بھی تو اس کی حیثیت محض نمائشی ہو اسے معاشیات زندگی سے کوئی سروکار نہ ہو۔

جدید دور میں الحاد اور سائنسی ترقی۔

انیسویں صدی اور بیسویں صدی کی نصف اول کا زمانہ الحاد کی عروج کا دور ہے۔ اسی دور میں وہ سائنسی تحقیقات ہوئے جنہوں نے الحاد کی نظریات کی توجیہ پیش کی۔ اسی دور میں الحادی نظریات اور نظام ہائے حیات کو دنیا بھر میں فروغ ملا۔ اسی عرصے کے دور میں دنیا بھر کے انسانوں نے اپنی زندگی میں مختلف درجوں پر الحاد کو قبول کیا کوئی الحاد کو نظریاتی طور پر بھی مان کر خالص ملحد اور دہریا بنا اور کسی نے صرف اس کے عملی اثرات قبول کرنے پر اکتفا کیا بیسویں صدی کے نصف آخر سے الحاد کا زوال شروع ہوا۔

دور قدیم ملحدین کے پاس الحاد کی کوئی ٹھوس منطقی دلیل نہیں ہو کرتی تھی 19 ویں صدی میں کچھ ایسے سائنسی نظریات وجود میں آئے جنہوں نے الحاد کو کسی حد تک سپورٹ کیا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ان میں کسی کی حیثیت بھی سائنسی قانون (Law) یا مسلمہ کی نہیں تھی یہ سب کے سب ابھی نظریے (Theory) کے درجے پر تھے۔ (23)

3. اہل الحاد کا استدلال:

اہل الحاد کا استدلال کئی پہلوؤں سے سامنے آتا ہے۔ جن میں نمایاں ترین: مذہبی، تاریخی، عمرانی، فلسفیانہ اور سائنسی بنیادوں پر کیے جانے والے اعتراض ہیں۔ اب ہم ان تمام کو الگ الگ لے کر زیر بحث لاتے ہیں:

مذہبی استدلال:

مذہبی استدلال کے معنی یہ ہیں کہ الحاد پرستی نے پچھلی ڈیڑھ دو صدی میں تقریباً تمام مذہبی کتابوں کو غلط ثابت کیا ہے۔ سائنسی بنیادوں پر بہت سے جملوں اور آیات کو ہدف تنقید بنایا گیا ہے۔ مثلاً بائبل کا انسانی تاریخ کو زیادہ سے زیادہ چھ ہزار سال میں بند کرنا، جب کہ سائنس ساٹھ ہزار سال پرانے انسان کا ثبوت رکھتی ہے۔ اسی طرح قرآن مجید ہی کے بارے میں دیکھیں تو پوری پوری ویب سائنس اس کے لیے موجود ہیں جس میں قرآن کی سائنسی، لسانی، جغرافیائی، تاریخی غلطیاں اور قرآن مجید کے داخلی تضادات بتانے کی کوشش کی گئی ہے۔ غرض ملحدین کی طرف سے ہر مذہبی کتاب کو غلط قرار دینے کی کوششیں جاری ہیں۔ قرآن مجید شاید ان میں سب سے زیادہ نشانہ مشق بنایا جا رہا ہے۔ مثلاً یہ کہ قرآن مجید یہ کہتا ہے کہ فرعون نے

جادو گروں سے کہا کہ میں تمہیں صلیب کر دوں گا۔ اس پر اعتراض یہ ہے کہ مصر میں صلیب کا رواج نہیں تھا۔ یا مثلاً یہ کہ قرآن مجید کسی جگہ کہتا ہے کہ اللہ کے نزدیک دن کی لمبائی ایک ہزار سال کے برابر ہے، ۲۰ جیب کہ دوسری جگہ خود قرآن ہی ایک دن کو پچاس ہزار سال ۳۰ کے برابر قرار دے دیتا ہے۔ قرآن مجید کہتا ہے کہ پانچ چیزیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اس میں رحم مادر میں بچہ اور بارش کا وقت شامل تھے۔ اب سائنس دانوں نے کم از کم ان دونوں کو جاننا شروع کر دیا تو پہلے مسلمان ان آیتوں کو سادہ معنی میں لیتے تھے اور اب معنی بدل دیے۔ مثلاً رحم مادر میں کیا ہے؟ اس سے مراد وہ یہ لیتے تھے کہ بیٹا یا بیٹی، مگر سائنسی اعتراض کے بعد انھوں نے شتی اور سعید (یعنی خوش بخت اور بد بخت) لینا شروع کر دیا۔ وغیرہ۔

اس عمل سے دراصل الحاد پرستوں نے مذہب کی بنیادیں ڈھانے کی کوشش کی ہے۔ ان کا مقصود یہ ہے کہ خدا تو وہ ذات ہے، جس میں غلطی نہیں پائی جاتی، اس کا علم کامل ہوتا ہے۔ جب ان کتب میں غلطی پائی گئی، تو اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ اللہ کی کتابیں نہیں ہیں۔ جب تمام کتب جن کے الہامی ہونے کا دعویٰ تھا، غلطیوں سے بھری ہوئی پائی گئیں، تو یہ بات ملحدین کی حد تک پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ اللہ موجود نہیں ہے، کیونکہ اگر اللہ ہوتے تو ان کتب میں ایسی واضح غلطیاں نہ ہوتیں۔ (اعوذ باللہ ان اکون من الجاہلین)۔

تمام اہل مذہب اس چیلنج کی شدت کو صحیح طرح سے محسوس نہیں کر رہے ہیں، بلکہ سارے معاملے کو محض ایک سادہ روی سے لیا جا رہا ہے۔ شاید یہ سب معجزات کا انتظار کر رہے ہیں کہ یہ مصیبت خود ہی ٹل جائے گی، جب کہ ایسا ہونے والا نہیں ہے۔

مذہبی استدلال کا دوسرا حصہ مذہب پرستوں کا اخلاقی اور سماجی زوال ہے۔ اس وقت بد قسمتی سے مسلمانوں سمیت تمام مذہبی اقوام اپنے خدا کے ایمان کے باوجود ناکام و نامراد دکھائی دیتی ہیں۔ خود مغرب کے غلبہ کی وجہ عیسائیت کو نہیں، بلکہ سائنس، ٹیکنالوجی اور آزادی فکر کو قرار دیا جاتا ہے، جب کہ مذہب بالعموم ان تینوں سے برسرِ رکھے ہیں، یا کم از کم ان میں سے بعض کو پسند نہیں کرتے۔ مثلاً اسلام ہی کو دیکھیں تو وہ سائنس اور ٹیکنالوجی کو تو پسند کرتا ہے مگر مادر پدر آزادی فکر کو وہ بھی پسند نہیں کرتا۔ لہذا ایک پکا مذہب ترین مسلمان بھی ایک ایسے سائنس دان کو تنگ کر سکتا ہے، جو غلط قسم کے نظریات کا حامل ہو گا۔ اس تنگ کرنے کے عمل کو وہ مذہب کی طرف سے سکھائی ہوئی بری اخلاقیات قرار دیتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ اگر مذہب یہی کچھ سکھاتا ہے تو اس کو بہتر ہے نہ مانا جائے۔ ہم دیکھو کتنے اچھے ہیں کہ ہر کسی کو سوچنے سمجھنے اور جینے کی پوری آزادی دیتے ہیں۔ وغیرہ۔

ایک بات یہ کہی جاتی ہے کہ معجزات اور کرامات اگر اللہ تعالیٰ کرتے تھے تو اب کیوں نہیں ہوتیں۔ اب تو ہر کام اس طریقے سے ہو رہا ہے، جو سائنس کے مطابق طبعی قوانین کے ماتحت ہونا کہلاتا ہے۔ آج بھی اہل مذہب کو چاہیے کہ وہ جب بھوک لگے تو خود کھانے کے پاس جانے کے بجائے، کھانے کو اپنے پاس بلائیں۔

مذہبی استدلال کا ایک اہم حصہ یہ بھی ہے کہ الہامی کتابیں ایک دوسرے سے بہت سے امور میں مختلف ہیں۔ تورات، انجیل اور قرآن ہی کو دیکھ لیجیے کہ شریعت کے بہت سے امور میں مختلف ہیں۔ اس کو بھی مذہب کے خلاف دلیل بنایا جا رہا ہے کہ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ کتابیں اللہ کی نہیں ہیں۔ اگر اس کی ہوتیں تو ایک ہی خدا کی کتابیں ہونے کی وجہ سے ایک جیسی باتیں ہی کرتیں۔

تاریخی استدلال

تاریخ انسانی کو اس رنگ میں پیش کیا جاتا ہے کہ جس سے یہ بات ثابت کی جاتی ہے کہ مذہب کی وجہ سے انسانوں نے انسانوں پر بے انتہا ظلم ڈھائے ہیں۔ عہد عتیق سے لے کر بوسنیا اور چیچنیا کے حالیہ واقعات تک کی تاریخ اس بات پر وہ شاہد بناتے ہیں کہ مذہب ایک خون ریزی کی تحریک ہے، جس نے نسلوں کی نسلیں خداؤں کے بھینٹ چڑھا دی ہیں۔ اگر مذہب حقیقی خدا یا خداؤں کا دیا ہوا ہوتا تو ایسا ہرگز نہ ہوتا، اور مذہب کی اس بے رحمانہ تاریخ کی روشنی میں ہم اسے مان ہی نہیں سکتے۔

وہ کہتے ہیں کہ اسلامی تاریخ بھی جنگ و جدل سے بھری ہوئی ہے۔ مسلمانوں نے غزوہ بدر سے لے کر سلطنت عثمانیہ کے آخری دن تک معرکے جاری رکھے ہیں۔ اسلام تلوار کے ذریعے سے پھیلا ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مکہ میں ایک رحم دل اور شریف انسان دکھائی دیتے ہیں، مگر مدینہ میں آکر اپنے ہی بھائیوں کے خلاف نبرد آزما ہوئے، اور ایک سے زیادہ شادیاں کیں، جو عام بادشاہوں کی طرح کی زندگی لگتی ہے۔ بلکہ مدینہ میں آکر ایک نابالغ بچی سے شادی رچائی اور غلام بنائے اور انسانیت کی تذلیل کی۔ (اللہ مجھے اس کفر کے نقل کے گناہ سے معاف کرے)۔ دیکھیے منگمری واٹ کی محمد ایٹ مدینہ (صلی اللہ علیہ وسلم) (1956 WATT) صفحہ ۱۳۲ اور اس سے آگے۔

عمرانی استدلال:

اس کے معنی یہ ہیں کہ انسانی معاشرے کے مطالعہ سے یہ ثابت کیا جائے کہ مذہب انسانوں کی اپنی پیدا کردہ چیز ہے۔ اس کی تفصیل وہ یوں کرتے ہیں کہ شروع شروع میں انسان کو جن حالات کا سامنا کرنا پڑا، وہ کچھ اس طرح کے تھے کہ وہ جنگل میں ہوتا، سورج کی تیز شعاعیں اس کو جلا کر رکھ دیتیں، آندھیاں طوفان اس کو ادھر ادھر پھینکتے، زلزلے اس کو دہشت زدہ کر دیتے، شیر چیتے اس جیسے آدم زادوں کو نوچ ڈالتے، بھنھوڑتے اور بسا اوقات کھا بھی جاتے، آسمانی بجلی گرتی اور سب کچھ جلا کر رکھ دیتی، بارش آتی کبھی سازگاری لاتی اور کبھی تباہی کا سامان بنتی۔ انسان ان چیزوں کے خوف میں مبتلا ہوا، ان کی توجیہ کرتا، بالآخر وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ یا یہ تمام چیزیں خود صاحب ارادہ ہیں یا ان کے پیچھے کوئی صاحب ارادہ ہستی ہے جو ان کو اپنے مقصد کے لیے استعمال کرتی ہے۔ جن لوگوں نے یہ توجیہ کی کہ یہ تمام چیزیں خود صاحب ارادہ ہیں، انھوں نے ان سب کو خدا مان لیا، اور جن لوگوں نے ان کے ماورائے ہستی کو صاحب ارادہ مانا، انھوں نے ان کو تو خدا نہیں مانا، مگر غیر مرئی کسی ذات یا کئی ذاتوں کو خدا مان لیا۔ پھر جیسے جیسے انسانوں کے تجربات سے چیزوں کی حقیقت واضح ہوتی گئی، ویسے ویسے خدا کی تعداد بھی کم ہوتی گئی۔ بعض قوموں نے تین، بعض نے دو اور بعض نے ایک خدا کا تصور قائم کر لیا۔ گویا جیسے جیسے انسان کا علم بہتر ہوتا گیا، ویسے ویسے چیزوں کی حقیقت واضح ہوتی گئی اور وہ چیزوں کو خدا سے غیر خدا کی فہرست میں ڈالتا گیا۔ اب انسان کا علم جس جگہ پہنچ گیا ہے، اس نے کائنات کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔ اب اس ارتقا کی اگلی اسٹیج الحاد ہے۔ یعنی یہ ماننا کہ کوئی خدا موجود نہیں ہے۔ مثلاً

(1972 Diettrich Bonhoeffer (Capitan) کہتا ہے:

We are proceeding towards a time of no religion at all; men as they are now simply cannot be religious any more. (p 194)

”یعنی ہم ایک لادین وقت کی طرف بڑھ رہے ہیں، آج کا انسان اب مذہبی رہنے والا نہیں ہے۔“

اس استدلال کو یوں بھی بیان کیا جاتا ہے:

پروٹو۔ ہیومن سے مکمل انسان بنتے بنتے، انسانوں کے دل میں اپنے بارے میں درج ذیل سوالات ابھرے:

- موسم کو کون کنٹرول کرتا ہے؟ سورج کو کون لاتا ہے، ستارے کس کی وجہ سے حرکت میں ہیں؟
- یہ طوفان کون لاتا ہے؟ بارش کس کے کہنے پر برستی ہے، قحط کون بھیجتا ہے؟ سیلاب کس کے حکم کے تابع ہیں؟
- زرخیزی کس کے حکم سے قبیلے کی فصلوں اور بھیڑوں اور گائیوں میں برکت دیتی ہے؟
- قبیلے کے نظام کو چلانے کے لیے کیا اصول و ضوابط ہوں کہ قبیلہ پر امن طریقے سے رہ سکے؟
- سب سے بڑھ کر یہ کہ مرنے کے بعد کیا ہوتا ہے؟

سائنس سے پہلے کی دنیا میں یہ سوالات جس قدر اہم تھے، اسی قدر ان کے جواب دینے کے لیے کوئی راستہ سرے سے موجود ہی نہیں تھا۔ وہ موسموں اور طوفانوں کے پیچھے کے اسباب و علل کو جان ہی نہیں سکتے تھے۔ آج بھی سائنس کی اتنی ترقی کے باوجود ہم آخری دو سوالوں کا جواب دینے سے قاصر ہیں۔ لہذا جوان سوالات کے ساتھ آج ہو رہا ہے، وہ باقی تمام کے ساتھ ماضی میں ہوا۔ قبیلے کے بعض طبع آزمالوگوں نے خود اپنے خیال وہم سے ان سوالات کے جواب دینے شروع کیے۔ یوں پہلا پہلا مذہبی تصور وجود میں آیا ہوگا۔

یہ وہ عمرانی استدلال ہے، جسے اختیار کر کے مذہب کے بارے میں یہ بات منوانے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ مذہب انسانی ذہن کی پیداوار ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ لہذا یہ قدیم انسان کے ذہنی وہم سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا، تو جس طرح پرانے انسان کی یہ بات غلط ثابت ہوئی کہ زمین کسی نیل کے سینگ پر نہیں ٹکی ہوئی ہے، بلکہ خلا میں تیر رہی ہے، اسی طرح مذہب بھی غلط تصور ہے، اس لیے کہ اسے انسان ہی نے تراشا ہے، اور اس کے تراشنے کے لیے کوئی حتمی دلیل یا شاہد ان کے پاس نہیں تھا، لہذا یہ بھی غلط ہے۔

فلسفیانہ استدلال:

اس استدلال کے دو حصے ہیں: ایک ان دلائل کا رد جنہیں اہل مذہب فلسفہ کے طرز و اسلوب میں پیش کرتے رہے ہیں۔ مثلاً ڈیزائن سے ڈیزائن پر استدلال سسٹم سے سسٹم بنانے اور چلانے والے پر استدلال۔ دوسرا حصہ وہ ہے جس میں فلسفہ ہی کے کچھ سوالات ہیں جن کا جواب دینا ناممکن سمجھا گیا ہے۔ اس ضمن میں ایک اہم سوال problem of evil ہے۔ اس کو فلسفی یوں بیان کرتے ہیں:

مذہب میں یہ مانا جاتا ہے کہ خدا اچھا ہے۔ خدا کو اچھا ماننا نہایت مشکل ہے، کیونکہ دنیا میں مصیبت ہی مصیبت ہے۔ برائی اپنی دونوں صورتوں (یعنی شر اور مصیبت کی صورت) میں بہت زیادہ پائی جاتی ہے۔ اگر خدا اچھا ہے، اور وہ ہمارا خیال رکھتا ہے، وہ لمحہ لمحہ ہمیں دیکھ رہا ہے، وہ ہر چیز پر قادر ہے تو ذیل کی سطور پر غور کریں:

• خدا قادر مطلق ہے۔

• خدا ہر چیز کو جانتا ہے، خواہ ظاہر ہو یا پوشیدہ۔

• خدا اچھا ہے۔

لیکن چونکہ دنیا میں برائی اور مصیبت موجود ہے، اس لیے تین میں سے کوئی ایک بات غلط ہوگی۔ مثلاً ایک بڑھیا کو گاؤں کے چودھری نے اس کے مرحوم شوہر کی زمینیں چھین کر گاؤں بدر کر دیا ہے۔ وہ ایک درخت کی کھو میں رہ رہی ہے۔ بھوک پیاس سے بے حال ہے۔ خدا کو پکارتی ہے، لیکن خدا اس کی نہیں سنتا۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ

• خدا اس برائی اور مصیبت کے لیے کچھ نہیں کر سکتا۔ یا

• اسے پتا ہی نہیں کہ برائی دنیا میں ہو رہی ہے۔ یا

• اسے پتا تو چل چکا ہے وہ سب کچھ کر سکتا ہے، لیکن وہ اچھا نہیں ہے۔ اسے بڑھیا جیسی انسانی تکالیف سے کوئی پروا نہیں ہے۔ (نعوذ باللہ)

یہ تینوں باتیں خدا کے بارے میں ہمارے تصور سے ٹکراتی ہیں، جو پہلے تین نکات کی صورت میں ہم نے بیان کیں۔ لہذا اس بات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یا ہمارا خدا کے بارے میں تصور غلط ہے یا خدا ہے ہی نہیں۔

غرض اس طرح سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ یہ دنیا مادے کی غیر شعوری حرکات سے اندھے طریقے پر پیدا ہوئی ہے۔ مصیبت اور برائی کی وجہ یہی ہے کہ یہ کائنات کسی ذات حق کے ارادے سے نہیں، بلکہ مادے کی اندھی حرکات سے پیدا ہوئی ہے۔ لہذا اتفاق سے کبھی کام اچھا ہو گیا اور کبھی ناقص رہ گیا۔ اس دنیا کا یہ نقص بتا رہا ہے کہ نہ یہ دنیا خدا نے بنائی ہے نہ خدا موجود ہی ہے۔

سائنسی استدلال:

سائنس خود مذہب کی دشمن نہیں ہے، لیکن کچھ فلسفی قسم کے لوگ، اس سے کچھ ایسے نتائج نکال رہے ہیں جو مذہب کو ڈھانے والے ہیں۔

طبعی قوانین کی حاکمیت

سائنس پچھلی ڈیڑھ صدی سے اس بات پر مصر ہے کہ یہ دنیا حکم الہی سے نہیں، بلکہ طبعی قوانین سے چل رہی ہے۔ غزالی اور ابن رشد کی لڑائی سے لے کر آج ہیوم اور کانٹ کی لڑائی کے بعد بھی یہ سوال پوری شدت سے موجود ہے۔ اگر ہم عام فہم زبان میں بات کریں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ بگ بینگ کے وقت سے جو خصائص مادے میں پیدا ہوئے، یہ دنیا انھی کی تال میل سے بنی ہے اور انھی کے توافق و مخالفت سے چل بھی رہی ہے۔ مثلاً نمک کی

خاصیت یہ ہے کہ وہ چیزوں کو نمکین کرے گا، اور نمک سوڈے کے ساتھ مل کر جھاگ بنائے گا اور جوش دکھائے گا، جیسے سوڈا واٹر کی بوتل میں نمک ڈالنے سے ہوتا ہے۔ جب بھی سوڈا، پانی اور نمک اکٹھے ہوں گے، یہ جوش ان میں آئے گا۔ خواہ یہ تینوں چیزیں ہو اسے اڑ کر اکٹھی ہو جائیں یا ایک انسان ایسا کرے۔ غرض یہ کہ سوڈے کے جوش مارنے کے لیے ایک عاقل کی مداخلت ہرگز ضروری نہیں ہے۔

مادے کے یہ خصائص بگ بینک کے وقت خود ہی پیدا ہو گئے تھے، کیونکہ جس طرح دھماکا ہوا اور اس میں جس طرح سے ٹھنڈا ہونے پر پہلے مادے کے پارٹیکل بنے اور پھر ان کے بے ترتیب جڑنے پر ایٹم بنے۔ اس سے مختلف النوع مادے بنتے چلے گئے۔ ان کے اندر خود بخود جڑنے کی وجہ سے پروٹانوں اور نیوٹرانوں اور الیکٹرانوں کی تعداد مختلف تھی، ان کے اختلاف کی وجہ سے مادے کے ذرات کی خصوصیات مختلف ہوتی چلی گئیں۔ کئی قسم کے مختلف مادے وجود میں آ گئے۔ جنہیں ایلیمینٹس یا عناصر کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد انہی کے باہمی تعامل سے باقی کام ہوتے چلے گئے۔ مادہ ٹھنڈا ہوتا گیا اور اس کے کئی روپ سامنے آتے چلے گئے۔ مختلف درجہ حرارت، مختلف مادوں کی موجودگی، پانی وغیرہ کی موجودگی یہ وہ امور تھے، جن کے مختلف ہونے کی وجہ سے چیزیں بھی مختلف بنتی چلی گئیں۔ غرض Stephen Hawking کے بقول یہ کائنات نہ ہونے سے ہونے میں خود بخود آگئی، اور چل بھی رہی ہے۔ جس طرح اس کے بننے میں مادے کے خصائص کی کار فرمائی ہے، ویسے ہی اس کے چلنے میں مادے ہی کی کار فرمائی ہے۔ مثلاً زمین و سورج اور چاند ستاروں کی باہمی کشش اور ان کی قوت حرکت جو بگ بینک کے دھماکے سے وجود میں آئی تھی، اس نظام کے قیام کا ذریعہ ہے جسے سولر سسٹم اور بڑے پیمانے پر کائنات کہتے ہیں۔

زندگی کے اسی مادے نے اپنی خاصیتوں کی بنا پر کاربن، نائٹروجن اور بجلی کی قوت سے وہ ابتدائی خلیے بنائے جو پروٹین وغیرہ کے بننے میں کام آتے ہیں۔ یوں سمندر کے کسی گوشے میں اچانک زندگی نے جنم لے لیا ہو گا، اور اربوں سالوں کا سفر کر کے وہ مختلف ارتقائی مراحل طے کرتی ہوئی انسان کے روپ میں ظاہر ہوئی، جو ابھی تک زندگی کی سب سے ترقی یافتہ صورت ہے۔

ان دونوں کے لیے سائنس دانوں کے پاس ناقابل تردید شواہد ہیں۔ وہ ان شواہد کو اس رنگ سے پیش کرتے ہیں، جس سے کائنات کا خود بخود پیدا ہونا، اور چلتے رہنا ثابت ہوتا ہے۔ اسی طرح fossils کی شکل میں موجود زندگی کی باقیات کو وہ اس ترتیب اور تناظر میں پیش کرتے ہیں کہ نظریہ ارتقا ثابت ہوتا ہے۔ (24)

الحاد کے اسباب

الحاد کوئی ایسا عمل نہیں جو اچانک وقوع پذیر ہو گیا ہو بلکہ یہ عمل اور رد عمل کی ایک مسلسل کہانی ہے جو کہ پچھلے کئی سالوں کی تاریخ پر مشتمل ہے اس کی ابتدا یونانیوں نے کی ہر زمانے میں مختلف چیزیں اس کا سبب بنیں اور ان اسباب کی بنیاد پر زمانے میں اس کی مختلف شکلیں وجود میں آتی رہی چونکہ آج کی دنیا ایک دوسرے سے باہم مربوط ہیں اگر دنیا کے ایک کونے میں کوئی تحریک یا نظریہ جنم لیتا ہے تو اس کی آواز دنیا کے دوسرے کونے میں پہنچنے میں زیادہ وقت درکار نہیں ہوتا لہذا ہر زمانے یا ہر معاشرے میں الحاد کی الگ الگ اسباب ہو سکتے ہیں لیکن یہاں پر چند ذکر کیے جاتے ہیں۔

ایمان کی گھٹی کیفیت:

اگرچہ اس میں آئی مہ کرام کا اختلاف ہے کہ ایمان میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے لیکن بہر حال قرآن کی آیات سے ثابت ہے کہ ایمان بڑھتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

لیردادو ایمان مع ایما نھم (فتح 4)

وذا تلیت علیہم آیاتہ زاد تھم ایمانا و علی رہم یتوکلون (انفال 2)

لیرداد الذین اموا ایمانا و لایرتاب الذین او تو الکتاب (مدثر 41)

اسی طرح سورۃ بقرہ کی آیت نمبر 124 آل عمران 173 سورۃ الکھف 173 میں بھی اسی طرح کا ذکر موجود ہے اور جب یہ بات ثابت ہے کہ بڑھتا ہے تو اب یہ لازمی تقاضہ ہے کہ ایمان کم بھی ہوتا ہے۔ اور الحاد کی ایک وجہ اور بہت سے اہل مذہب کا الحاد کی بڑھتا ہوا رجحان ایمان کی کمی سے ہے اس کی اسباب بہت سے ہو سکتے ہیں جیسے کہ

* نوجوانوں میں تنقیدی سوچ کی کمی اور آن لائن مواد کے بغیر تحقیق قبول کرنا۔ (جیسے کہ آج کے دور میں ہر فرد کو چاہیے وہ علم کے نام سے بھی واقف نا ہو لیکن وہ علامہ بن بیٹھا ہے اور سب اس معلومات کو بغیر تحقیق کے قبول کرتا ہے)

* تعلیمی نظام کا سیکولر ائریشن

* تعلیمی اداروں میں دینی تعلیم کی کمی۔

* سماجی اور خاندانی نظام میں کمزور مذہبی تربیت

* والدین کی جانب سے بچوں کو اسلامی عقائد کی مناسب تعلیم نہ دینا۔

* مساجد اور مذہبی اداروں کا نوجوان نسل تک موثر رسائی میں ناکامی۔ (اس بارے میں مجھے یہ لگتا ہے کہ آج کے دور میں علم و تعلم جس کو ہم نے "دینی تعلیم" کے نام سے خاص کر دیا ہے صرف ان طلباء تک محدود ہو گیا ہے اور ان ہی نوجوانوں کی اس تک رسائی ہی ہے جو خود یا جن کے والدین کا اس طرف رجحان ہوتا ہے بلکہ اب تو سارے معاشرے کا یہ ذہن بن گیا ہے کہ دینی تعلیم وہی حاصل کرتا ہے جس کا بیک گراؤ یعنی پشت کا تعلق ہو یا اسکولز اور یونیورسٹیز کی تعلیم فورڈ نہیں کر سکتے تو چلیں یہ ہی پڑھ لیں! اور اگر اس طرح کا کوئی ی مسئی لہ نہیں ہے تو پھر کیوں آپ اپنے بچے کو انگلش میڈیم اور مشہور اسکولز میں پڑھنے بھیج دیں اور شام کے ایک گھنٹے میں پاس کے ایک مدرسے میں سو دو سو روپے فیس دے کر جہاں ایک امام صاحب کے پاس 60،70 کی تعداد ہو وہاں بھیج دیں کہ بس ٹوٹے پھوٹے عربی الفاظ بھی سیکھ لیں کہ ایک فریضہ ادا ہو جائے اور اگر کوئی میری اس بات سے اختلاف کرتا ہے تو بتائیں مجھے کون ہے وہ جو اسکول کے بجائے مدرسے کی چھٹی ملنے پہ چھٹی مناتا ہے اور نانی کی طرف راتیں گزارنے جاتا ہے؟ کون ہے جو سپارے کے مکمل ہونے پہ اسکول کی چھٹی کروا کر اس پارے کو پکا کیا جاتا ہے؟ کون ہے جو بچے کے مدرسے سے آنے پہ اس کا سنایا ہو اسبق سن کر ہوم

ورک کے طور پر آگے یاد دلاتا ہے؟ کون ہے جو قرآن کا ناظرہ مکمل کرنے پہ ترجمہ اور ترجمہ کے بعد یونیورسٹی لیول پہ تفسیر پڑھنا اور مطالعہ کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اور جب ایسا نہیں ہے تو پھر کیا یہ زیادتی نہیں ہے؟ یہ اپنے بچوں کو تعلیم دینے میں کمی نہیں ہے؟

سرمایہ داری:

سرمایہ دارانہ طرز زندگی نے 14 صدی عیسوی میں اٹلی اور لنزیز کے چند شہروں میں جنم لیا اور مسلم دنیا میں اس کا دور درود 18 اور 19 صدی عیسوی میں شروع ہوا۔ اور ہم سرمایہ داری کو جاہلیتِ خالصہ کہتے ہیں۔ جاہلیتِ خالصہ سے مراد ایک ایسی علمیت اور عملیت (praxis) ہے جو وجودِ باری تعالیٰ کی فعلیت کا مطلقاً اور مستقلاً معطل تصور کرے اور انسان یا انسانیت کو رب، خالق، صمد، قادر اور قدیم مطلق مانے۔ جاہلیتِ خالصہ کا بنیادی کلمہ ہے۔ لا الہ الا انسان

اور یہی سرمایہ داری کا کلمہ ہے۔ تاریخ انسانی میں ہم کسی اور نظام زندگی سے واقف نہیں جو اس کلمہ خبیثہ پر اتنے خلوص اور یکسوئی سے ایمان لایا ہو اور عمل کیا ہو جتنا سرمایہ داری نے۔ یہ تو شرک سے بھی ایک آگے کی منزل ہے۔ تاریخ میں سرمایہ دارانہ دور سے قبل ہمیشہ مغلط جاہلیت سے سابقہ پڑا تھا مثلاً عیسائیت، یہودیت وغیرہ۔ مغلط جاہلیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کو خدا کا بیٹا مانتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی خاصیت، ربوبیت، صمدیت اور قدامت کا انکاری نہیں۔ تاریخ میں جاہلیتِ خاصہ کے طرز اور نظام زندگی کا کوئی وجود سرمایہ دارانہ سے قبل نہیں ملتا۔

یہ جاہلیتِ خالصہ عالمی غلبہ حاصل کر چکی ہے۔ سرمایہ دارانہ طرز حیات اور نظام زندگی نے ایک مخصوص انفرادیت کو جنم دیا، ایک مخصوص معاشرت کو عام کیا اور ایک مخصوص ریاست تعمیر کی ہے۔ ساری دنیا میں سرمایہ دارانہ علمیت، ثقافت، انفرادیت، معاشرت اور نظم اقتدار (یعنی ریاست) غالب ہے اور سرمایہ داری نے دیگر تمام نظام ہائے زندگی کو عملاً کلی یا جزوی طور پر معطل کر دیا اور اسلام کے علاوہ ہر غیر سرمایہ دارانہ نظام کو اپنے اندر سمونے میں کامیاب ہو گیا۔ (25)

تہذیبی شکست:

بہت سارے نوجوانوں کے دلوں پر جو تہذیبی شکست مسلط ہو گئی ہے اس کی وجہ یہ اپنی قوم اور اپنے اعتقادی ورثے کی حقارت تک جا پہنچے ہیں اور اسی کے بالمقابل وہ اہل مغرب کو بلند سمجھتے ہیں اور انہیں رشک بھری نظروں سے دیکھنے لگے ہیں۔ یہ سوچ پیدا ہو گئی ہے کہ اہل مغرب برتر ہیں ان کی مادی برتری ان کے الحاد کی وجہ سے ہے۔ (یہ ایک نفسیاتی مسئلہ ہے کہ جو قوم علم، دولت، تکنیک میں آگے ہوتی ہے لوگ ان کی برائیوں کو بھی ہنر جاننے لگتے ہیں اور احساس کمتری کی وجہ سے اپنی ذات اور اپنی سماج میں موجود عظیم تر خوبیوں کو بھی عیب کی طور پر دیکھنے لگتے ہیں۔ زوال پذیر قوموں کا یہ ایک بڑا مسئلہ ہے۔ مسلم دنیا اس وقت کچھ اس قسم کے احساسات سے دوچار ہیں۔)

قضا و قدر:

دوسرے سبب انتہائی اہم ہے فضا و قدر کے مسئلے کو صحیح نچ پر نہ سمجھنا بطور خاص ان مسائل کا تعلق اللہ تبارک و تعالیٰ کے افعال کے بابت حکمت و تعلیل سے ہے ان کی صحیح سمجھ نہ ہونے سے الحاد پھیلتا ہے۔

غیر مسلم ممالک میں قیام: کفار کے درمیان مقیم افراد سیاحوں اور دوسرے ملکوں میں گورنمنٹ کی جانب سے مامور لوگوں کو برین واشنگ کا سامنا ہوتا رہتا ہے پھر ہوتا ہے کہ مسلسل ایسے شہبات سے ان کا گہراؤ ہوتا رہتا ہے جن کی دفاع کی وہ طاقت نہیں رکھتے اور الحاد میں پڑ جاتے ہیں مسلمانوں کے تئیں کفار کے مکر و فریب کو کم نہیں سمجھا جاسکتا، کیونکہ ان کا مکر بڑا خطرناک ہے (اسی طرح اس میں ہمارا وہ نوجوان طبقہ بھی آجائے گا جو اس وقت غیر مسلم ممالک میں قیام پذیر ہے چاہے وہ پھر تعلیمی سلسلے میں ہو یا پھر کاروباری سلسلے میں،) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: "وقد مکر واکرم و عند اللہ مکر ہم وان کان مکر ہم لتزک منہ الجبال"

ترجمہ: "یہ اپنی اپنی چالیں چل رہے ہیں اور اللہ کو ان کی تمام چالوں کا علم ہے ان کی چالیں ایسی نہ تھی کہ ان سے پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں"

شہوت:

شہوتوں کا عشق اور بے طرح آزادی کی مانند زور چاہت، یا جسے مادر پدر آزادی کہہ سکتے ہیں یہ چیز الحاد کو بہت سوٹ کرتی ہے۔ سو الحاد کے میدان میں کچھ حلال ہے نہ حرام ہے، کوئی نکران ہے نہ حساب کتاب، نہ کوئی بدلہ ہے نہ ہی وہ چیز ہے جس کو معاصر زبان میں "ضمیر کی آواز" کہتے ہیں یعنی اس کے اندر ملامت کرنے والے وہ نفس بھی نہیں ہیں جو مسلمان کو برائیوں کے ارتکاب پر شرمندگی کا احساس دلاتا ہے اسی لیے آپ مائل ہونے والوں میں وجہ تلاشیں گے تو وہ شہوت ہی ملے گی جیسا کہ اہل علم نے کہا ہے کہ "شہوت شہبہ کا صابن ہے" یعنی شہوت میں اسی چیز موجود ہے کہ شہبہ کا گزر آسان بنا دیتی ہیں۔

اہل مذہب کا رویہ:

دین کے حوالے سے ملحد اور بطور خاص نوجوان کی نظر میں تناقضات اور پیچیدگیوں کا واقعہ ہونا یہ سب نصاریٰ کے حساب سے تو قابل فہم ہیں لیکن مسلمانوں کے حوالے سے اکثر و بیشتر اس کا تعلق ان خرافات سے ہے جو اہل بدعت کی جانب سے سرزد ہوتی ہیں اور ان خرافات کو دین سے منسوب کر دیا جاتا ہے۔

محاسن دین سے ناواقفیت:

دین اسلام اور اس کی خوبیوں کا علم نہ ہونا۔ اگر یہ لوگ اس عظیم دین کو قبول کر لے تو یہ ان کے لیے ہر نظریہ، ہر فکر اور ہر فلسفے کے مقابلے میں کافی ہو گا لیکن بات وہی ہے جیسے کہ شاعر نے کہا ہے

العیس فی البیداء یقتلھا الظماء

والماء فوق ظهورها محمول'

"صحرا میں ان اونٹوں کی طرح جن کو پیاس مارے ڈالتی ہے حالانکہ پانی ان کی پشت پر لادنا ہوا ہے۔"

کبر و غرور: ایک بہت اہم وجہ یہ بھی ہے۔ اس کا تعلق خود ملحد کی اپنی ذات سے ہیں کسی کو بھی دیکھی جو الحاد کا شکار ہو اور اٹلے قدموں واپس ہو گیا تو

آپ کو پتہ چلے گا کہ الحاد خود اس کے نام سے موجود کبر کی وجہ سے آیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ان الذين يجادلون في آيات الله بغير سلطان اثم ان في صدورهم الاكبر ما هن. بلغيه فاستعذ بالله انه هو السميع البصير (المومن ۵۶)

"جو لوگ باوجود اپنے پاس کسی سند کے نہ ہونے کی آیت الہی میں جھگڑا کرتے ہیں ان کے دلوں میں بجز نری بڑائی کی اور کچھ نہیں ہے اور وہ اس تک

پہنچنے والے ہی نہیں، تو اللہ کی پناہ مانگتا رہے بے شک وہ پورا سننے والا سب سے زیادہ دیکھنے والا ہے۔" (26)

ان اسباب کی وجہ سے جن لوگوں نے خود کو وقت کے بہتے ہوئے دھارے پہ چھوڑ دیا تو ان کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے کہ "فلما زاغوا ازاغ اللہ

قلوبهم (الصف: ۵)" جب وہ لوگ ٹیڑھے ہی رہے تو اللہ نے ان کے دلوں کو اور ٹیڑھا کر دیا"

4. الحاد کے اثرات

الحاد کے اس عروج نے معاشرے پر گہرے اثرات مرتب کیے یہ کہنا مبالغہ نہیں ہو گا کہ انہوں نے قدیم مرسی کے جڑوں کو ہلا کر رکھ دیا اور اس وقت اسلام کے لیے ایک بہت بڑا چیلنج پیدا کر دیا ہم الحاد کے اثرات کو نظریات فلسفے سیاست معیشت معاشرت اور اخلاقی ہر پہلو میں نمایاں طور پر محسوس کر سکتے ہیں۔

"عقائد فلسفہ اور نظریات"

سب سے پہلے ہم نظریاتی اور فلسفانہ پہلو کو لیتے ہیں الحاد نے مذہب کے بنیادی عقائد یعنی وجود باری تعالیٰ، رسالت اور آخرت پر حملہ کیا اور اس کے بارے میں شکوک و شبہات پھیلانے خدا کے وجود سے انکار کر دیا رسولوں کی تاریخی وجود کا ہی انکار کر دیا اور آخرت سے متعلق طرح طرح کے سوالات اٹھائے گئے اس ضمن میں ملحدین کو کوئی خاص کامیابی حاصل نہ ہو سکی کیونکہ یہ تینوں عقائد مابعد الطبیعیاتی حقائق سے تعلق رکھتے ہیں۔ جسے اس دنیا کے مشاہداتی اور تجرباتی علم کی روشنی میں نہ تو ثابت کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی رد کیا جاسکتا ہے۔

اسی طرح فلسفہ اور نظریات پر بھی ملحدین نے بہت سے سوالات اٹھائے۔

فکری نظریاتی میدان میں تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ الحاد تقریباً ناکام رہا لیکن سیاسی معاشی معاشرتی اور اخلاقی میدانوں میں الحاد کو دنیا میں بڑی کامیابی حاصل ہوئی۔

سیاسی میدان میں الحاد کی سب سے بڑی کامیابی سیکولرزم کا فروغ اور سرمایہ داری ہے۔ کہ پوری دنیا کے بڑے حصے نے سیکولرزم کو اختیار کر لیا سیکولرزم کا مطلب ہی یہ ہے کہ مذہب کو گرجے یا مسجد تک محدود کر دیا جائے اور کاروباری زندگی کو خالصتاً انسانی عقل کی بنیاد پر چلایا جائے جس میں مذہبی تعلیمات کا کوئی حصہ نہ ہو اور اس میں اہمیت صرف اور صرف ایک انسان کی ذاتی فانی دے اور عرض سے ہو چاہیے اس میں اجتماعی بربادی ہو۔ مغربی دنیا نے اسے پوری طرح قبول کر لیا اور اب اس کی حیثیت ان کے ہاں ایک مسلمہ نظریے کی ہیں انہوں نے اپنے مذہب کو گرجے کے اندر محدود کر کے کاروبار حیات کو مکمل طور پر سیکولر کر لیا ہے تو کہہ لیں مغرب کے زیر اثر مسلمانوں کی اشرفیاں بھی یہاں کے اثرات کو قبول کر چکی تھی اس لیے ان میں سے بہت سے ممالک نے سیکولرزم کو بطور نظام حکومت کے قبول کر لیا بعض ممالک جیسے ترکی اور تیونس نے اسے کھلم کھلا اپنانے کا اعلان کیا لیکن مسلم ممالک کے اکثریت نے سیکولرزم اور اسلام کا ایک ملغوبہ تیار کرنے کی کوشش کی جس میں بالعموم غالب عنصر سیکولرزم کا تھا۔ الحاد کو فروغ جمہوریت کے نظریے سے بھی ہوئی اگرچہ جمہوریت عملی اعتبار سے اسلام کے مخالف نہیں کیونکہ اسلام میں بھی آزادی رائے اور شوریٰ کی بڑی اہمیت ہے لیکن اس وقت کی جمہوریت جن نظریاتی بنیادوں پر قائم وہ خالصتاً ملحدانہ ہے۔ اس کے اصولوں اور روش کی بنا پر اسلامی نظریاتی طور پر جمہوریت کے اقتدار اعلیٰ کے نظریے کے شدید مخالف ہے۔ اسلام کے مطابق حاکمیت اعلیٰ جمہور کا حق نہیں بلکہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے جبکہ جمہوریت اس بات کے خلاف ہے۔ ان کے نزدیک عوام کی اکثریت خدا کی مرضی کے خلاف فیصلہ دے دے تو ملک کا قانون بنا کر اس فیصلے کو نافذ کر دیا جائے گا جبکہ اسلام کی نظر میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو اقتدار اعلیٰ تسلیم کرنا شرک ہے اسلام اپنے ماننے والوں کو حکم دیتا ہے کہ سب سے پہلے منع تنہا اللہ کی ذات ہے اور وہ ہر معاملے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و اتباع سے طے کریں۔

"معیشت"

معیشت کے باب میں الحاد نے دنیا کو دو نظام دیے ان میں سے ایک ایڈم سمٹھ کا سرمایہ دارانہ نظام یا کمیٹیٹل ازم اور دوسرا کارل مارکس کی شراکت کمیونزم۔ کمیٹیٹلزم دراصل جاگیر دارانہ (Feudalism) ایک ایک نئی شکل ہے جو عملی اعتبار سے جاگیر دارانہ نظام سے تھوڑا سا بہتر ہے کمیٹیٹلزم میں مارکیٹ کو مکمل طور پر آزاد چھوڑا جاتا ہے اس میں افراد کو یہ آزادی ہوتی ہے کہ وہ دولت کے جتنے چاہے انبار لگائیں جس شخص کو دولت کمانے کے لامحدود مواقع میسر ہوں وہ امیر سے امیر تر ہو جائے گا اور جسے مواقع میسر نہ ہو وہ غریب سے غریب تر ہوتا چلا جائے گا حکومت اس سلسلے میں کوئی مداخلت نہیں کرتی۔

تقریباً تین صدیوں میں معیشت کی میدان میں الحاد کو دنیا بھر میں واضح برتری حاصل رہی ہیں۔ دنیا نے الحاد کے قائم دو نظام ہائے معیشت یعنی کمیٹیٹلزم اور کمیونزم کا تجربہ کیا۔ کمیونزم تو اپنی عمر مکمل کر کے تاریخ کا حصہ بن چکا ہے لیکن کمیٹیٹلزم ابھی تک انسانیت کے لیے ایک بہت بڑا خطرہ ہے۔ کمیٹیٹلزم کے نظام کی بنیاد سود پر ہے۔ جبکہ سود کا آسان مطلب یہ ہے کہ طبقے کے غریب عوام کا خون چوس کر امیر طبقہ اپنے تجوری بھرتا جائے۔

"اخلاق اور معاشرت"

یہاں کے اثرات سے جو چیز سب سے زیادہ متاثر ہوئی وہ اخلاقِ انسانی اور نظامِ معاشرت ہے۔ اب اگر کوئی مان لے کہ اس دنیا کا کوئی خدا نہیں ہے موت کے بعد کوئی زندگی نہیں ہے جہاں اسے اپنے کیے کا حساب دینا ہوگا تو پھر سوائے حکومت قوانین یا معاشرتی دباؤ کہ کوئی چیز دنیا میں ایسے کسی برائی اختیار کرنے سے نہیں روک سکتی پھر اس کی زندگی کا مقصد اس دنیا میں زیادہ سے زیادہ دولت اور اس سے لطف اندوز ہونا ہی رہ جاتا ہے اگر کسی کو یقین ہو کہ کوئی اسے نہیں پکڑ سکتا تو پھر کیا حرج ہے کہ اگر وہ اپنے کسی بوڑھے رشتہ دار کی دولت کے حصول کے لیے اس کو زہر دے دے۔ اگر وہ اتنا ہوشیار ہو کے پولیس اس کا سراغ نہیں لگا سکتی تو پھر لاکھوں روپے کے حصول کے لیے چند بم دھماکے کر کے دہشت گرد بننے میں کیا حرج ہے؟ قانون سے چپ کر کسی کی عصمت دری سے اگر کسی کی درندگی کی تسکین ہوتی ہے تو اس میں کیا رکاوٹ ہے؟ اگر اپنے خواہش کی تسکین کے لیے بچوں کو اغوا کر کے ان سے زیادتی کر کے انہیں قتل کر کے تیزاب میں گلا سزا دینے میں آخر کیا قباحت ہے؟ اسی طرح کی ہزاروں مثالیں ہیں جو روز ہمارے سامنے اخبارات میں آتی ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم وحشی درندوں کے درمیان اپنی زندگی گزار رہے ہیں۔

الحاد کے معاشرتی اثرات میں ایک بڑا واضح اثر خاندانی نظام کا خاتمہ اور فری سیکلیس کا فروغ ہے۔ جنسی زندگی سے متعلق آدابِ انسان کو انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی نے بتائے ہیں اور اس ضمن میں ہر قسم کی بیراوی کا خاتمہ کیا ہے جب ایک شخص نبی ہی کا انکار کر دے تو پھر اس کی راہ میں ایسی کون سی رکاوٹ ہے جو اسی دنیا کے کسی بھی عورت سے آزادانہ صنفی تعلقات سے روک سکیں بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہو گا کہ پھر بہن، ماں، بیٹی کا تقدس پامال کرنے میں بھی کیا حرج رہ جاتا ہے۔ اس کے بعد اگر نئی نئی لذتوں کی تلاش میں مرد مردوں کے پاس اور عورت عورتوں کے پاس جائے تو اس میں کیا قباحت ہے الحاد کا یہ وہ اثر ہے جسے مغربی معاشروں میں پوری طرح فروغ حاصل ہوا اور غلامی میں خوش قسمتی سے مسلم دنیا الحاد کی ان اثرات سے بڑی حد تک محفوظ رہی لیکن بیسویں صدی عیسوی کے ربعِ آخر میں میڈیا کے فروغ سے اب یہ اثرات ہمارے معاشرے میں بھی تیزی سے سرایت کر رہے ہیں معاشرتی اور معاشی اعتبار سے الحاد نے مسلم معاشروں کو جسے اعتبار سے سب سے زیادہ متاثر کیا ہے وہ دنیا پرستی (سرمایہ داری) کا فروغ ہے دنیا پرستی کا فلسفہ مغرب اور مسلم دونوں علاقوں میں پوری آب و تاب کے ساتھ پایا جاتا ہے جہاں انسان عملی اعتبار سے آخرت کی زندگی کا انکار کر دے یعنی اس کے تقاضوں کو مکمل طور پر فراموش کر دے تو پھر دنیاوی زندگی اس طرح کی سرگرمیوں کا مطمع نظر بن جاتی ہے۔ (27)

ایمان بالغیب اور الحاد کے درمیان اختلافات

1. مذہبی عقائد اور الحادی نقطہ نظر میں بنیادی فرق

ایمان بالغیب اور الحاد دونوں مختلف فکری اور عقیدتی نظام ہیں، جو ایک دوسرے کے برعکس ہیں۔ ان کے درمیان بنیادی اختلافات درج ذیل ہیں:

مذہبی عقائد:

خدا پر ایمان: مذہب عموماً ایک اعلیٰ ہستی (اللہ) کے وجود اور اس کی ذات پر یقین رکھتا ہے۔

غیب کا اعتراف: مذہبی عقائد غیب کے امور پر ایمان رکھتے ہیں، جیسے فرشتے، جنت، دوزخ، قیامت، اور روحانیت۔

مقدس متن: مذہبی عقائد ایک خاص مقدس کتاب اور تعلیمات (قرآن مجید، احادیث مبارکہ، اور سیرت صحابہ و صحابیات) پر مبنی ہوتے ہیں، جو عقیدہ اور عمل کی رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔

روحانیت اور عبادات: ایمان عبادات، اخلاقی اصول، اور روحانی زندگی پر زور دیتا ہے، جو انسان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرتا ہے۔
 اخروی زندگی: ایمان بالغیب میں آخرت کی زندگی پر ایمان ہے، جہاں انسانوں کو ان کے اعمال کے مطابق انعام یا سزا ملے گی۔

2. الحادی نقطہ نظر:

خدا کا انکار: الحاد میں خدا کے وجود کا انکار کیا جاتا ہے۔ ملحد شخص کسی بھی مابعد الطبیعیاتی ہستی، جیسے خدا یا فرشتوں، پر یقین نہیں رکھتا۔
 مادی اور سائنسی حقیقت: الحاد عموماً دنیا کو مادی اور سائنسی زاویہ نظر سے دیکھتا ہے، یعنی ہر چیز کا ماخذ فطری قوانین اور تجربے پر ہوتا ہے۔
 غیب کا انکار: الحادی نقطہ نظر میں غیب اور روحانیت کا کوئی مقام نہیں ہوتا۔ انسان کی حقیقت اور زندگی کے معنی کا تعلق صرف مادی اور ظاہری دنیا سے ہوتا ہے۔

اخروی زندگی کا انکار: ملحدین عموماً آخرت اور بعد از موت زندگی کے وجود کو نہیں مانتے۔ ان کے نزدیک انسان کی زندگی کا مقصد اور اختتام دنیا ہی میں ہوتا ہے۔

سائنس پر یقین: الحاد میں عقل اور سائنس پر زور دیا جاتا ہے، اور ہر بات کی وضاحت سائنسی تجربات اور منطق سے کی جاتی ہے۔
 مذہبی عقائد ایک اعلیٰ ہستی (خدا) اور مابعد الطبیعیاتی امور (غیب، روحانیت، آخرت) پر ایمان رکھتے ہیں، جب کہ الحادی نقطہ نظر اس تمام چیزوں کا انکار کرتا ہے اور دنیا کو مادی، سائنسی اصولوں کے تحت دیکھتا ہے۔

مذہب انسان کے روحانی اور اخلاقی ترقی پر زور دیتا ہے، جبکہ الحاد انسان کی حقیقت کو صرف جسمانی اور مادی سطح پر دیکھتا ہے۔
 یعنی، مذہب ایمان، روحانیت اور غیب پر یقین رکھتا ہے، جبکہ الحاد ان سب کی نفی کرتا ہے اور مادی حقیقت پر مرکوز رہتا ہے۔
 ایمان بالغیب مذہب اور روحانیت سے تعلق رکھتا ہے اور اللہ کے وجود، فرشتوں، قیامت وغیرہ پر یقین کا اظہار کرتا ہے۔

الحاد ایک غیر مذہبی نظریہ ہے جو خدا یا روحانی عقائد کے انکار پر مبنی ہوتا ہے۔

ایمان بالغیب اور الحاد کے درمیان بنیادی فرق یہ ہے کہ ایک مذہبی اور روحانی عقیدہ ہے، جبکہ دوسرا اس سے انکار کرنے والا غیر مذہبی موقف ہے۔
 ایمان بالغیب میں خدا کا وجود تسلیم کیا جاتا ہے، جبکہ الحاد میں خدا کا انکار۔

دونوں کے اخلاقی نظام، دنیا کے بارے میں نظریات اور آخرت کے حوالے سے نظریات میں فرق۔

مذہبی عقائد اور الحادی نقطہ نظر کے اخلاقی نظام، دنیا کے بارے میں نظریات اور آخرت کے حوالے سے بنیادی فرق درج ذیل ہیں:

1. اخلاقی نظام

مذہبی عقائد:

اللہ کے حکم اور مقدس کتاب: مذہب میں اخلاقی اصول مقدس متون (جیسے قرآن، بائبل، وید) سے اخذ کیے جاتے ہیں۔ ان میں انسانوں کو اچھائی، انصاف، سچائی، معاف کرنے، دوسروں کی مدد کرنے، اور اپنی روحانی ترقی کے لیے مخصوص ہدایات دی جاتی ہیں۔
روحانی مقصد: اخلاقی معیار صرف دنیا کی فلاح کے لیے نہیں ہوتے بلکہ ان کا مقصد روح کی پاکیزگی اور اللہ کے قریب ہونا ہوتا ہے۔
عقائد اور اعمال کا رشتہ: اخلاقی اصول ایمان کے ساتھ جڑے ہوتے ہیں۔ مثلاً، عبادات، نماز، روزہ، صدقہ وغیرہ کو فرض سمجھا جاتا ہے، جن کا تعلق آخرت میں جزایا سے ہے۔

الحادی نقطہ نظر:

انسانی عقل اور سوشل معاہدہ: الحادی اخلاقی نظام انسان کی عقل، تجربے اور معاشرتی ضروریات پر مبنی ہوتا ہے۔ اخلاقیات کا تعین انسانوں کی فلاح و بہبود اور معاشرتی ہم آہنگی کے اصولوں سے کیا جاتا ہے۔
سیاسی و سماجی اصول: یہ اخلاقی نظام انسانوں کے باہمی تعلقات اور معاشرتی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے طے کیا جاتا ہے، اور اس کا مقصد زیادہ سے زیادہ افراد کی فلاح اور خوشحالی ہے۔
غیر مذہبی اخلاقی معیار: یہاں اچھائی اور برائی کا تعین کسی مذہبی اصول کی بجائے انسانی تجربات، معاشرتی عادات، اور فطری انصاف کے معیار پر ہوتا ہے۔

2. دنیا کے بارے میں نظریات:

مذہبی عقائد: دنیا عارضی اور آزمائش کا مقام: مذہبی نقطہ نظر میں دنیا کو عارضی اور فانی سمجھا جاتا ہے۔ یہ جگہ انسانوں کے امتحان، عمل اور نیک عمل کے ذریعے آخرت کے لیے تیاری کرنے کا مقام ہے۔
دنیا کی حقیقت: دنیا کی حقیقت اس وقت تک مکمل نہیں سمجھی جاسکتی جب تک انسان کو روحانی اور عقلی بصیرت حاصل نہ ہو۔ انسان کے لیے دنیا میں رہ کر اللہ کی رضا کے لیے کام کرنا ضروری ہے۔
دنیا کا مقصد: دنیا کا مقصد خدا کی عبادت، اچھے اعمال کرنا، اور آخرت کی کامیابی کے لیے تیار ہونا ہے۔

الحادی نقطہ نظر: دنیا کی حقیقت اور مقصد: الحاد میں دنیا کو حقیقت اور حقیقت کا واحد مقام سمجھا جاتا ہے۔ دنیا کو صرف ایک مادی، سائنسی حقیقت کے طور پر دیکھا جاتا ہے جس میں انسان کا مقصد خوشی، فلاح اور انسانی ترقی حاصل کرنا ہے۔

مادی ترقی اور فلاح: دنیا میں انسان کا مقصد مادی خوشی، سائنس و ٹیکنالوجی میں ترقی، اور معاشرتی مسائل کے حل کے لیے کوشش کرنا ہے۔ آخرت کی کسی قسم کی حقیقت پر یقین نہیں رکھا جاتا۔

دنیا کا خاتمہ: چونکہ آخرت پر ایمان نہیں ہوتا، اس لیے دنیا کو ایک مستقل حقیقت سمجھا جاتا ہے، جس کا اختتام قدرتی طور پر موت یا کائناتی قوانین کے تحت ہوتا ہے۔

3. آخرت کے حوالے سے نظریات:

مذہبی عقائد:

آخرت پر ایمان: مذہب میں آخرت پر پختہ ایمان ہوتا ہے، جہاں انسانوں کو ان کے اعمال کے مطابق انعام یا سزا ملے گی۔ جنت اور دوزخ کا تصور موجود ہوتا ہے، اور یہ زندگی کا مقصد یہی ہے کہ انسان اچھے اعمال کر کے آخرت میں کامیاب ہو۔

جزا و سزا: مذہب میں یہ ایمان ہے کہ اللہ نے انسانوں کو آزاد ارادہ دیا ہے اور ان کے اعمال کی بنیاد پر آخرت میں جزا یا سزا دی جائے گی۔ روح کی بقا: زندگی کے بعد روح کی بقا کا یقین کیا جاتا ہے اور انسان کی آخری منزل کا تعین اس کی دنیا میں کی گئی نیک یا برے اعمال پر ہوتا ہے۔

الحادی نقطہ نظر:

آخرت کا انکار: الحاد میں آخرت کا تصور موجود نہیں ہوتا۔ طہرین کے مطابق انسان کی زندگی کا اختتام موت پر ہوتا ہے، اور اس کے بعد کوئی زندگی نہیں ہوتی۔

موت کا قدرتی اختتام: موت کو صرف ایک قدرتی عمل کے طور پر دیکھا جاتا ہے، اور اس کا کوئی روحانی یا مذہبی مفہوم نہیں ہوتا۔ عمل کا دار و مدار دنیا پر: چونکہ آخرت کا کوئی تصور نہیں ہوتا، اس لیے اخلاقی عمل کا دار و مدار دنیا کی فلاح و بہبود پر ہوتا ہے۔ انسان اپنے اعمال کے اثرات صرف اس دنیا میں دیکھتا ہے۔

مذہبی عقائد میں دنیا عارضی، ایک امتحان کی جگہ اور آخرت ایک اہم حقیقت ہے جس کا تعلق اللہ کے ساتھ ایمان اور نیک عمل سے ہے۔ الحادی نقطہ نظر میں دنیا کو واحد حقیقت سمجھا جاتا ہے، اور اخلاقی نظام انسان کی فلاح، معاشرتی ہم آہنگی اور مادی ترقی پر مبنی ہوتا ہے۔ آخرت یا زندگی کے بعد کا کوئی تصور نہیں ہوتا۔

دونوں نظام زندگی کو مختلف زاویوں سے دیکھتے ہیں: ایک روحانی اور الہامی تناظر میں، اور دوسرا مادی اور سائنسی بنیادوں پر۔

2. فلسفیانہ اختلافات

ایمان بالغیب اور الحاد کے درمیان فلسفیانہ اختلافات بنیادی طور پر مختلف نوعیت کے ہیں۔ دونوں نظریات دنیا کی حقیقت، علم، اور وجود کی بنیاد پر مختلف موقف رکھتے ہیں۔ ان اختلافات کو سمجھنے کے لیے، ان دونوں کی تعریف اور بنیاد پر نظر ڈالنا ضروری ہے۔

ایمان بالغیب:

ایمان بالغیب کا مطلب ہے کہ انسان اللہ، آخرت، فرشتوں، کتابوں اور پیغمبروں پر یقین رکھے، چاہے وہ چیزیں مادی طور پر تجربہ یا مشاہدے سے ثابت نہ ہوں۔ ایمان بالغیب کا فلسفہ عموماً مذہبی اور روحانی ہے، اور اس میں یقین اور تسلیم کی بنیاد ایمان پر ہوتی ہے، نہ کہ مادی یا عقلی دلائل پر۔

1. غیب کی حقیقت: ایمان بالغیب میں غیب کی حقیقت پر یقین کیا جاتا ہے، یعنی وہ حقیقت جو عقل و نظر سے بالاتر ہوتی ہے۔ اس میں انسانوں کو اپنے ایمان کو خدا کی رضا اور مقدر پر چھوڑنا پڑتا ہے۔

2. دلیل کی نوعیت: ایمان بالغیب میں دلیل کی نوعیت عموماً عقلی نہیں ہوتی، بلکہ یہ ایمان پر مبنی ہوتی ہے۔ اس کے پیروکار کسی چیز کو ایمان کی بنیاد پر مانتے ہیں، نہ کہ براہ راست تجربے یا مشاہدے سے۔

3. علم کا محدودیت: ایمان بالغیب میں انسان کا علم محدود ہوتا ہے، اور وہ اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ کچھ چیزیں اس کی عقل کے دائرے سے باہر ہیں، جیسے خدا کی مشیت اور اس کے کام۔

الحاد:

الحاد ایک ایسی عقلی پوزیشن ہے جو خدا یا کسی سپر نیچرل وجود کے ہونے کو رد کرتی ہے۔ الحاد کا فلسفہ مادی اور تجرباتی حقیقت پر زور دیتا ہے، اور یہ مانتا ہے کہ تمام حقیقتیں یا تو مادی ہیں یا ان کو مادی طریقوں سے سمجھا جاسکتا ہے۔

1. مادی حقیقت: الحاد میں تمام حقیقتوں کو مادی طور پر سمجھا جاتا ہے، یعنی جو کچھ دکھائی دے یا تجربہ کیا جاسکے، وہی حقیقت ہے۔ خدا یا غیبی وجود کا انکار کیا جاتا ہے کیونکہ یہ مادی طور پر ثابت نہیں ہو سکتے۔

2. دلیل اور تجربہ: الحاد میں دلیل کا کردار بہت اہم ہے۔ اس میں عقلی، تجرباتی اور سائنسی دلیلیں دی جاتی ہیں تاکہ خدا کے وجود کے انکار کو جواز فراہم کیا جاسکے۔ یعنی جہاں تک علم اور تجربہ کی بات ہے، الحاد خدا یا غیبی چیزوں کے وجود کو تسلیم نہیں کرتا۔

3. علم کا وسعت: الحاد میں انسان کا علم آزاد اور مستقل ہوتا ہے، اور یہ مانا جاتا ہے کہ انسان عقل اور سائنس کی مدد سے دنیا کو سمجھنے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔

فلسفیانہ اختلافات:

1. مابعد الطبیعیات:

ایمان بالغیب میں مابعد الطبیعیات (Metaphysics) پر ایمان ہے، یعنی وہ غیر مادی یا نبی حقیقتوں کے وجود کو تسلیم کرتا ہے۔
الحاد میں مابعد الطبیعیات کا انکار کیا جاتا ہے، اور صرف مادی حقیقتوں کو تسلیم کیا جاتا ہے۔

2. علم اور دلیل:

ایمان بالغیب میں دلیل محدود یا غیر مادی ہوتی ہے، اور ایمان پر زور دیا جاتا ہے۔
الحاد میں دلیل ہمیشہ مادی اور سائنسی بنیادوں پر ہوتی ہے، اور عقل و تجربہ پر انحصار کیا جاتا ہے۔

3. اخلاقی اصول:

ایمان بالغیب میں اخلاقی اصول مذہب کی تعلیمات پر مبنی ہوتے ہیں۔
الحاد میں اخلاقی اصول عموماً انسانیت اور سماجی فلاح و بہبود کی بنیاد پر ہوتے ہیں، اور ان کا تعلق کسی مابعد الطبیعی وجود سے نہیں ہوتا۔
مختصر یہ کہ ایمان بالغیب اور الحاد میں فلسفیانہ اختلافات بنیادی طور پر عقلی بنیادوں، علم کی نوعیت، اور حقیقت کی تعریف میں پائے جاتے ہیں۔ ایمان بالغیب ایمان پر مبنی ہے، جہاں غیب اور غیر مادی حقیقتوں کو تسلیم کیا جاتا ہے، جب کہ الحاد میں مادی حقیقتوں اور تجربے کی بنیاد پر ہی حقیقت کو سمجھا جاتا ہے۔

ایمان بالغیب میں غیب کی حقیقت پر ایمان اور الحاد میں اس کا انکار دونوں کی بنیاد میں گہرا فلسفیانہ فرق موجود ہے۔ یہ فرق بنیادی طور پر حقیقت کی نوعیت، علم اور عقلی دلائل کے استعمال سے متعلق ہے۔

1. غیب کی حقیقت پر ایمان (ایمان بالغیب):

ایمان بالغیب میں غیب کو وہ حقیقت سمجھا جاتا ہے جو انسان کی عقل و فہم سے ماوراء ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کچھ چیزیں یا حقیقتیں ایسی ہیں جو اس وقت تک ہماری حسیات یا سائنسی تجربات سے ثابت نہیں کی جاسکتیں، لیکن ان پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔ غیب کی حقیقت میں درج ذیل عناصر شامل ہیں:
ایمان کی نوعیت: ایمان بالغیب میں ایمان ایک روحانی یا مذہبی تجربہ ہوتا ہے جس میں فرد یقین کرتا ہے کہ کچھ حقیقتیں صرف ایمان کے ذریعے سمجھ میں آسکتی ہیں، اور ان کا علم براہ راست عقل یا سائنس سے ممکن نہیں۔

عقیدہ اور تسلیم: اس میں عقیدہ کا عنصر غالب ہوتا ہے۔ عقیدہ وہ چیز ہے جو انسان صرف یقین کے ذریعے قبول کرتا ہے، چاہے وہ مادی طور پر ثابت نہ ہو۔

مثال: اسلام میں ایمان بالغیب کی تعلیم دی جاتی ہے جہاں مومن کو غیبی چیزوں جیسے اللہ، فرشتوں، آخرت، اور پیغمبروں پر ایمان لانا ضروری ہے، چاہے ان چیزوں کو براہ راست حسیات سے تجربہ نہ کیا ہو۔

2. الحاد میں غیب کا انکار:

الحاد میں غیب کی حقیقت کو رد کیا جاتا ہے اور اس کے وجود کو تسلیم نہیں کیا جاتا۔ الحاد ایک مادی، عقلی، اور تجرباتی نظریہ ہے جو صرف ان چیزوں کو حقیقت مانتا ہے جو سائنسی طور پر ثابت یا تجرباتی طور پر دیکھی جاسکیں۔

غیب کا انکار: الحاد میں غیب کے وجود کو انکار کیا جاتا ہے کیونکہ وہ چیزیں تجربے اور سائنسی بنیادوں پر ثابت نہیں کی جاسکتیں۔ اگر کسی چیز کا وجود مادی دنیا میں ثابت نہیں، تو الحادی نقطہ نظر سے وہ وجود نہیں رکھتی۔

علم کی حدود: الحادی فلسفے میں علم کی حدود صرف اس چیز تک ہوتی ہیں جو مشاہدہ، تجربہ، یا سائنسی طریقوں سے ثابت ہو سکے۔ غیب کی حقیقتوں کا انکار اس بنا پر کیا جاتا ہے کہ انہیں فطری قوانین یا سائنسی اصولوں سے ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

مادی دنیا کی حقیقت: الحاد میں دنیا کی تمام حقیقتوں کو مادی اور فطری سمجھا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اخلاقیات، معنوں اور زندگی کے مقصد کو بھی مادی اور انسانی تجربات کے ذریعے ہی سمجھا اور بنایا جاتا ہے، نہ کہ کسی غیبی یا روحانی حقیقت سے۔

مثال: الحاد کے پیروکار عام طور پر خدا، فرشتوں، یا آخرت کے وجود کو نہیں مانتے کیونکہ یہ چیزیں مادی طور پر ثابت نہیں کی جاسکتیں اور ان کے لیے کوئی سائنسی یا تجرباتی شواہد نہیں ہیں۔

الحاد میں انسان ان تمام حقیقتوں کا انکار کرتا ہے جو تجربے اور سائنسی اصولوں سے ثابت نہ ہوں۔

ایمان بالغیب میں غیب کی حقیقت پر ایمان رکھنا ایک روحانی یا مذہبی عقیدہ ہے جس میں انسان ایسی چیزوں کو تسلیم کرتا ہے جو اس کی عقل اور تجربے سے ماوراء ہیں۔ اس کے برعکس، الحاد میں ان غیبی حقیقتوں کا انکار کیا جاتا ہے، کیونکہ انہیں سائنسی طور پر ثابت نہیں کیا جاسکتا، اور اس کا عقیدہ مادی دنیا کی حقیقتوں پر مبنی ہوتا ہے۔

عقل اور تجربہ کی اہمیت پر دونوں نظریات میں اختلاف۔

ایمان بالغیب اور الحاد کے نظریات میں عقل اور تجربہ کی اہمیت پر واضح فلسفیانہ اختلافات پائے جاتے ہیں۔ دونوں نظریات حقیقت کو جاننے، سمجھنے اور اس کی وضاحت دینے میں مختلف طریقے اپناتے ہیں، اور دونوں کا ایمان اور عقل کے درمیان تعلق بھی مختلف ہوتا ہے۔ یہ اختلافات مندرجہ ذیل ہیں:

1. ایمان بالغیب میں عقل اور تجربہ کی اہمیت:

ایمان بالغیب میں عقل اور تجربہ کی اہمیت محدود اور مکمل طور پر مادی حقیقتوں تک محدود نہیں ہوتی۔ یہاں ایمان اور عقیدہ کو اہمیت دی جاتی ہے۔

عقل کی محدودیت: ایمان بالغیب میں عقل کو ایک اہم ذریعہ سمجھا جاتا ہے، لیکن یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ عقل کی حدود ہیں۔ کچھ حقیقتیں ایسی ہیں جو عقل سے باہر ہیں، جیسے خدا کا وجود، فرشتوں کا وجود، اور آخرت کی حقیقتیں۔ ایمان بالغیب کا حامل شخص یہ مانتا ہے کہ انسان کی عقل کسی حد تک حقیقتوں کو سمجھ سکتی ہے، لیکن کچھ چیزیں صرف ایمان اور روحانیت کے ذریعے ہی سمجھ آسکتی ہیں۔

تجربے کی اہمیت: ایمان بالغیب میں تجربہ کا بھی ایک کردار ہوتا ہے، مگر یہ مادی تجربات سے زیادہ روحانی تجربات پر مبنی ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر، ایک شخص کو نماز، روزہ، یا کسی عبادت کے دوران روحانی سکون یا الہامی تجربہ ہو سکتا ہے، جسے وہ ایمان کی تصدیق سمجھتا ہے، حالانکہ یہ تجربہ سائنسی طور پر ثابت نہیں ہو سکتا۔

2. الحاد میں عقل اور تجربہ کی اہمیت:

الحاد میں عقل اور تجربہ کی اہمیت زیادہ ہے، اور ان دونوں کو حقیقت جاننے کا بنیادی ذریعہ مانا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ الحاد کا فلسفہ مادی دنیا اور سائنسی حقائق کے گرد گھومتا ہے، اور اس میں عقل و تجربے کو بنیادی اہمیت دی جاتی ہے۔

عقل کا مرکزی کردار: الحاد میں عقل کو حقیقت تک پہنچنے کا بنیادی اور ضروری ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ الحادی نقطہ نظر کے مطابق، جو کچھ بھی حقیقت ہے، وہ عقل سے سمجھا جاسکتا ہے اور اس کا تجربہ کیا جاسکتا ہے۔ کوئی ایسی حقیقت جو عقل یا سائنسی طریقوں سے ثابت نہ ہو، اس کا کوئی وجود نہیں سمجھا جاتا۔ تجربہ اور سائنسی حقیقت: الحاد میں تجربہ کو ایک بہت اہم ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ سائنسی تجربات اور مشاہدے کی مدد سے حقیقت کو سمجھا اور ثابت کیا جاسکتا ہے۔ اس میں کسی بھی غیر سائنسی، غیر تجرباتی یا غیبی حقیقت کو تسلیم نہیں کیا جاتا۔

فلسفیانہ اختلافات:

1. عقل کی حدود:

ایمان بالغیب: عقل کو اہمیت دی جاتی ہے لیکن اسے محدود سمجھا جاتا ہے۔ ایمان بالغیب میں غیب کی حقیقتوں اور مابعد الطبیعیات کو عقل سے باہر قرار دیا جاتا ہے۔

الحاد: عقل کو واحد اور مرکزی ذریعہ سمجھا جاتا ہے جو ہر حقیقت کو سمجھنے اور جاننے کے لیے استعمال ہو سکتا ہے۔ کوئی بھی غیر مادی حقیقت عقل سے ثابت نہیں کی جاسکتی، لہذا وہ تسلیم نہیں کی جاتی۔

2. تجربہ کا کردار:

ایمان بالغیب: تجربہ روحانی نوعیت کا ہوتا ہے۔ یہ فرد کے ذاتی روحانی تجربات، عبادات یا الہامی احساسات کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے جو سائنسی یا مادی طور پر قابل تصدیق نہیں ہوتے۔

الحاد: تجربہ مادی اور سائنسی نوعیت کا ہوتا ہے۔ کوئی بھی تجربہ جو سائنسی طور پر ثابت نہ ہو، اسے شک کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور اسے حقیقت کے طور پر تسلیم نہیں کیا جاتا۔

3. دلیل اور تصدیق:

ایمان بالغیب: دلیل اور تصدیق عموماً مذہبی عقائد اور روحانی تجربات پر مبنی ہوتی ہے۔ ایمان بالغیب میں ایمان ایک غیر مادی حقیقت کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے جس کا عقل یا سائنسی تجربے سے اثبات ممکن نہیں۔

الحاد: دلیل اور تصدیق ہمیشہ سائنسی اور مادی طریقوں پر مبنی ہوتی ہے۔ الحادی فلسفے میں کوئی بھی غیر مادی حقیقت یا عقیدہ اس وقت تک قابل تسلیم نہیں ہوتا جب تک اس کا تجربہ یا سائنسی بنیاد نہ ہو۔

جیسے کہ ایمان بالغیب اس بات کا قائل ہے قرآن مجید کا ہر لفظ صحیح اور حقیقت پہ مبنی ہے جب قرآن نے آج سے 14 سو صدیاں پہلے کہ دیا کہ سورج "سراج" اور چاند "منیر" تو ایمان لانے والوں نے اسی وقت اس کی تصدیق کر دی تھی لیکن سائنس نے اب جا کر تحقیق کے بعد اس بات کا اعلان کیا ہے۔

ایمان بالغیب اور الحاد میں عقل اور تجربہ کی اہمیت پر بنیادی اختلافات ہیں۔ ایمان بالغیب میں عقل اور تجربہ محدود اور غیبی حقیقتوں کے حوالے سے ثانوی حیثیت رکھتے ہیں، اور ایمان پر زور دیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس، الحاد میں عقل اور تجربہ حقیقت کو جاننے کا بنیادی ذریعہ ہیں، اور سائنسی دلائل کی بنیاد پر ہی کسی حقیقت کو تسلیم کیا جاتا ہے۔

3. سماجی اور نفسیاتی اثرات میں فرق

ایمان بالغیب اور الحاد دونوں کے سماجی اور نفسیاتی اثرات میں اہم فرق پایا جاتا ہے:

1. ایمان بالغیب (Faith in the unseen)

سماجی اثرات:

ایمان بالغیب فرد کو ایک مخصوص عقیدہ اور معاشرتی نظام میں جکڑتا ہے، جو ایک مضبوط سماجی جڑت کی صورت اختیار کرتا ہے۔ افراد میں یکجہتی اور اجتماعی ذمہ داریوں کا احساس پیدا ہوتا ہے۔

مذہبی اور روحانی اقدار پر یقین رکھنے والے افراد ایک دوسرے سے تعلقات مضبوط کرتے ہیں اور انہیں اپنے عقائد کے مطابق زندگی گزارنے کی رہنمائی ملتی ہے۔

نفسیاتی اثرات:

ایمان بالغیب انسان کو سکون اور ذہنی اطمینان فراہم کرتی ہے، خاص طور پر مشکلات اور آزمائشوں کے دوران۔ خدایا اعلیٰ طاقت پر یقین انسان کو امید اور حوصلہ فراہم کرتا ہے۔

اس میں یقین رکھنے والے افراد کو زندگی کے معنوں کی گہری سمجھ ملتی ہے، جو ان کے جذباتی استحکام کو بڑھا سکتی ہے۔

2. الحاد (Atheism)

سماجی اثرات:

الحاد میں عقیدہ رکھنے والے افراد مذہب یا اعلیٰ طاقت کے وجود کا انکار کرتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ روایتی مذہبی معاشروں میں بعض اوقات تنہائی یا سماجی تنقید کا شکار ہوتے ہیں۔

الحادی افراد اکثر دنیا کو سائنسی اور منطقی زاویہ سے دیکھتے ہیں اور سماج میں سیکولر اقدار کو فروغ دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک سرمایہ داری اہم ہے چاہے پھر سامنے والے گھٹ گھٹ کے جان ہی کیوں نادے رہا ہو آپ کے لیے آپ کا اپنا آپ اہم ہے۔

نفسیاتی اثرات:

الحاد میں یقین رکھنے والے افراد کو بعض اوقات اپنی زندگی کا مقصد اور معنی خود پیدا کرنا پڑتا ہے، جس سے ان کے ذہنی چینلجز اور الجھنیں پیدا ہوتی ہیں۔

جبکہ لوگوں کے لیے یہ وجودی بحران اور بے معنویت کے احساسات کا باعث بنتا ہے۔

ملب کہ ایمان بالغیب فرد کو ایک روحانی سکون، معاشرتی ہم آہنگی اور زندگی کے لیے ایک مقصد فراہم کرتا ہے، جبکہ الحاد میں انسانی تجربات کو سائنسی اور عقلی بنیادوں پر سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے، جو کبھی کبھی فرد کو وجودی سوالات یا سماجی الگ تھلگ پن کا سامنا بھی کروا سکتی ہے۔

ایمان بالغیب انسان کو روحانی سکون اور امید فراہم کرتا ہے، جبکہ الحاد بعض اوقات انسان کو مادی حقیقتوں میں محصور کرتا ہے۔

ایمان بالغیب کا فرد کی زندگی کے مقصد پر اثر، جبکہ الحاد میں زندگی کا مقصد انسان کی اپنی عقل اور تجربے سے جڑا ہوتا ہے۔

ایمان بالغیب اور الحاد کا تقابلی جائزہ

ایمان بالغیب ایمان کی ایک شکل ہے جو عقلی دلائل سے بالاتر ہوتا ہے اور عقیدہ مذہب میں یقین کا بنیادی جزو ہے۔ اس میں انسان اللہ کے بارے میں ایسی حقیقتوں پر ایمان لاتا ہے جو حسی طور پر اس کے لئے ظاہر نہیں ہو سکتیں۔

الحاد: الحاد دراصل خدا کے وجود کا انکار کرنے یا اس پر شک کرنے کو کہا جاتا ہے۔ الحاد میں شخص اللہ یا کسی اعلیٰ ہستی کے وجود کا قائل نہیں ہوتا، اور اکثر مادی دنیا کو ہی واحد حقیقت مانتا ہے۔ الحاد میں عموماً مذہبی اصولوں اور عقائد کی بھی مخالفت کی جاتی ہے۔

تقابلی جائزہ:

ایمان بالغیب اور الحاد دو متضاد نظریات ہیں۔

ایمان بالغیب

* بنیاد: ایمان بالغیب کی بنیاد وحی، روایات اور شخصی تجربات پر ہوتی ہے۔

* مقصد: ایمان بالغیب کا مقصد انسان کو اخلاقی قدریں سکھانا، زندگی کو معنی دینا اور آخرت کی تیاری کرنا ہے۔

* سماجی اثرات: ایمان بالغیب سماجی ہم آہنگی، اخلاقی قدریں اور سماجی خدمات کو فروغ دیتا ہے۔

* نفسیاتی اثرات: ایمان بالغیب انسان کو نفسیاتی سکون، امید اور زندگی کا مقصد فراہم کرتا ہے۔

الحاد

* بنیاد: الحاد کی بنیاد عقل، تجربہ اور سائنسی تحقیق پر ہوتی ہے۔

* مقصد: الحاد کا مقصد دنیاوی زندگی کو بہتر بنانا اور انسان کو آزاد خیال بنانا ہے۔

* سماجی اثرات: الحاد سماجی تنوع، سائنسی ترقی اور انفرادی آزادی کو فروغ دیتا ہے۔

* نفسیاتی اثرات: الحاد انسان کو آزاد خیال بناتا ہے اور اسے تنقیدی سوچنے پر مجبور کرتا ہے۔

* ایمان اور انکار: ایمان بالغیب میں انسان ان چیزوں پر یقین رکھتا ہے جو اس کی حسی تجربات سے باہر ہیں، جبکہ الحاد میں خدا یا کسی ماورائی ہستی کے وجود کا انکار کیا جاتا ہے۔

* مذہبی فلسفہ: ایمان بالغیب مذہبی تصور کے مطابق انسان کی روحانیت کا حصہ ہے، جبکہ الحاد ایک غیر مذہبی نقطہ نظر کو اپناتا ہے، جو اکثر سائنسی یا منطقی دلائل پر مبنی ہوتا ہے۔

* دلائل کی نوعیت: ایمان بالغیب میں غیر مادی اور روحانی دلائل پر انحصار کیا جاتا ہے، جیسے مقدس کتابوں کی تعلیمات یا روحانی تجربات، جبکہ الحاد میں مادی یا سائنسی دلائل کو اہمیت دی جاتی ہے اور ماوراء مادی حقیقتوں کا انکار کیا جاتا ہے۔

* روحانیت اور مادی دنیا: ایمان بالغیب انسان کو روحانیت اور مذہب کی طرف مائل کرتا ہے، جبکہ الحاد میں عموماً مادیت پرستی کا عنصر غالب ہوتا ہے، جہاں دنیا کو صرف حسی اور مادی نقطہ نظر سے دیکھا جاتا ہے کیوں کہ الحاد کی بنیاد ہی سرمایہ داری (لالہ الا الانسان) سیکولر ازم، سوشل ازم اور ان گت ازم پر مشتمل ہے۔

ایمان بالغیب میں ایمان، روحانیت، اور غیر مادی حقیقتوں کا اعتراف کیا جاتا ہے، جبکہ الحاد میں خدا کے وجود اور غیر مادی حقیقتوں کا انکار کیا جاتا ہے۔

ایمان بالغیب اور الحاد دو متضاد نظریات ہیں۔

ایمان کے اخلاقی اثرات درج ذیل ہیں:

* اخلاقی ذمہ داری کا احساس:

ایمان بالغیب انسان کو یہ احساس دلاتا ہے کہ اس کی زندگی کا مقصد صرف دنیاوی کامیابیاں نہیں بلکہ ایک اعلیٰ اخلاقی معیار تک پہنچنا ہے، جس کا جواب اُسے آخرت میں دینا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ فرد زیادہ ذمہ دار اور ایماندار بنتا ہے، اور اس کے اخلاق میں صداقت، عدل اور احسان کی صفات ظاہر ہوتی ہیں۔

* خوفِ خدا اور ضمیر کی پختگی:

ایمان بالغیب انسان کے ضمیر پر گہرا اثر ڈالتا ہے۔ چونکہ وہ یقین کرتا ہے کہ اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے اور انسان کو اس کے اعمال کا حساب دینا ہے، اس لیے وہ اپنے اعمال میں احتیاط اور سچائی اختیار کرتا ہے۔ یہ خوفِ خدا اس کو برے کاموں سے روکتا ہے اور اچھے اعمال کی ترغیب دیتا ہے۔

* صبر اور شکر گزاری:

ایمان بالغیب انسان کو صبر اور شکر گزاری کی اہمیت سکھاتا ہے۔ ہر خوشی اور نعم کے پیچھے اللہ کی رضا کو دیکھنا اور اس پر راضی ہونا ایک اخلاقی خوبی بن جاتی ہے۔ ایسی روحانی پختگی فرد کو کسی بھی صورت حال میں مثبت رہنے کی طاقت دیتی ہے۔

* ہمدردی اور نغمگساری:

ایمان بالغیب انسان کو یہ سکھاتا ہے کہ وہ دوسرے انسانوں کی مدد کرے، خاص طور پر ضرورت مندوں، یتیموں، اور مسکینوں کی۔ کیونکہ آخرت میں ان کے عمل کا حساب لیا جائے گا، اس لیے وہ دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

* مسؤلیت کا احساس: ایمان بالغیب انسان میں ذمہ داری کا احساس پیدا کرتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ وہ کسی عظیم خالق کی مخلوق ہے اور اسے اپنی زندگی کو ایک مقصد کے ساتھ گزارنا چاہیے۔

* انسانی رشتوں میں بہتری: ایمان بالغیب انسانوں کے مابین محبت، بھائی چارہ اور تعاون کو فروغ دیتا ہے۔ یہ انسان کو دوسروں کے حقوق کا احترام کرنے اور ان کی مدد کرنے کی تلقین کرتا ہے۔

* صبر اور تحمل: ایمان بالغیب انسان کو صبر اور تحمل سکھاتا ہے۔ وہ مشکل حالات میں بھی امید نہیں کھوتا اور اللہ پر توکل کرتا رہتا ہے۔

* قانون شکنی سے بچاؤ: ایمان بالغیب انسان کو قانون شکنی اور بے ایمانی سے روکتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کے اعمال کا بدلہ اسے دنیا یا آخرت میں ملے گا۔

2. الحاد کے اخلاقی اثرات:

اس عقیدے کے اخلاقی اثرات مختلف ہو سکتے ہیں، اور یہ اس بات پر منحصر ہے کہ فرد یا معاشرہ الحاد کے کس نظریے کو اپناتا ہے۔ الحاد کے اخلاقی اثرات درج ذیل ہو سکتے ہیں:

* ذاتی مفاد کی طرف رجحان:

اگر کسی شخص کو یقین ہو کہ اس کی زندگی کا کوئی بعدی حساب نہیں ہوگا، تو وہ اپنے ذاتی مفاد کی جانب مائل ہو جاتا ہے۔ اس میں خود غرضی، لالچ، اور مختصر مدت کی خوشی کو ترجیح دینے کا رجحان بڑھ جاتا ہے، جس سے اخلاقی معیار متاثر ہوتے ہیں اور صرف ایک جزوی انسانیت جنم لیتی ہے۔

خود احتسابی کا فقدان:

الحادی افراد میں اخلاقی خود احتسابی کی کمی ہو سکتی ہے کیونکہ وہ آخرت یا کسی اعلیٰ اتھارٹی کے سامنے اپنے اعمال کا حساب دینے کے تصور کو نہیں مانتے۔ اس کی وجہ سے وہ اخلاقی طور پر زیادہ آزاد ہوتے ہیں، مگر اس آزادی کے نتیجے میں وہ دوسروں کے حقوق اور فلاح کے بارے میں فکر مند نہیں ہوتے ہیں۔

ایمان بالغیب انسان کو ایک اعلیٰ اخلاقی معیار کی طرف رہنمائی فراہم کرتا ہے اور اس کے اعمال میں صداقت، شکر گزاری، اور ہمدردی کی خصوصیات کو اجاگر کرتا ہے۔ جبکہ الحاد کی صورت میں اخلاقی بنیادیں غیر مذہبی اصولوں پر استوار ہو سکتی ہیں، مگر اس میں انفرادی آزادی اور خود مختاری کے نتیجے میں بعض اوقات اخلاقی جواز کی کمی محسوس ہو سکتی ہے۔ دونوں کے اثرات فرد کے ذاتی عقائد اور ان کے اطراف کے معاشرتی ماحول سے بھی متاثر ہوتے ہیں۔

ایمان بالغیب اور الحاد دو متضاد نظریات ہیں جن کا انسان کے اخلاقی رویوں پر گہرا اثر پڑتا ہے۔

* اخلاقی اقدار میں کمی: الحاد انسان میں اخلاقی اقدار کو کمزور کر سکتا ہے۔ کیونکہ اس کے پاس کوئی بیرونی طاقت نہیں ہوتی جو اسے اچھے کام کرنے کی ترغیب دے۔

* ذمہ داری کا احساس کم ہونا: الحاد انسان میں ذمہ داری کا احساس کم کر سکتا ہے۔ کیونکہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کے اعمال کا کوئی حساب کتاب نہیں ہوگا۔

* انسانی رشتوں میں کشیدگی: الحاد انسانوں کے مابین تعلقات کو کمزور کر سکتا ہے۔ کیونکہ اس کے پاس کوئی مشترکہ قدر نہیں ہوتی جس کی بنیاد پر وہ دوسروں سے جڑ سکیں۔

* صبر اور تحمل کی کمی: الحاد انسان کو صبر اور تحمل سے محروم کر سکتا ہے۔ کیونکہ وہ مشکل حالات میں امید کھو دیتا ہے اور کسی اعلیٰ قوت سے مدد کی توقع نہیں رکھتا۔

* قانون شکنی کی طرف مائل ہونا: بعض اوقات الحاد انسان کو قانون شکنی کی طرف مائل کر سکتا ہے۔ کیونکہ اس کے پاس کوئی اخلاقی روک ٹوک نہیں ہوتی۔

دونوں کے مختلف اخلاقی ضابطے: ایمان بالغیب میں اخلاقی اصول خدا کی رضا کے تابع ہوتے ہیں، جبکہ الحاد میں اخلاقیات انسان کی عقل پر مبنی ہوتی ہیں۔

1. دینی نقطہ نظر:

دینی نقطہ نظر بنیادی طور پر الہامی یا روحانی حقیقتوں پر مبنی ہوتا ہے۔ یہ دنیا، انسان کی تخلیق، زندگی کے مقصد اور آخرت کے بارے میں خدا کی ہدایات کو اہمیت دیتا ہے۔ دینی عقائد انسان کو ایک مخصوص اخلاقی اور روحانی معیار پر چلنے کی ترغیب دیتے ہیں، جو کہ اللہ کے حکم اور اس کے پیغامات پر مبنی ہوتا ہے۔

دینی نقطہ نظر کی خصوصیات:

اللہ پر ایمان: تمام دینی نظاموں میں اس بات پر یقین ہوتا ہے کہ اللہ (یا خدا) کا وجود ہے، اور وہ اس کائنات کا خالق، معبود اور حکمران ہے۔

غیب پر ایمان: دینی نقطہ نظر میں ایمان بالغیب (ایمان نہ دکھائی دینے والی حقیقتوں پر، جیسے جنت، دوزخ، فرشتے، اور دیگر غیر مرئی چیزیں) پر زور دیا جاتا ہے۔

مقصدِ حیات: دینی تعلیمات انسان کو بتاتی ہیں کہ اس کی زندگی کا مقصد دنیا میں اچھے اعمال کرنا، اللہ کی رضا حاصل کرنا اور آخرت میں جنت میں داخل ہونا ہے۔

اخلاقی قوانین: دینی نظام اخلاقی ہدایات فراہم کرتے ہیں، جیسے کہ سچ بولنا، دوسروں کی مدد کرنا، انصاف قائم کرنا، اور حرام سے بچنا۔

روحانیت: دینی نقطہ نظر انسان کو روحانیت کی طرف راغب کرتا ہے اور اللہ کے ساتھ تعلق کو اہمیت دیتا ہے۔ عبادات، دعا اور توبہ کے ذریعے انسان روحانی سکون حاصل کرتا ہے۔

2. سائنسی نقطہ نظر:

سائنسی نقطہ نظر مادی اور تجرباتی حقیقتوں پر مبنی ہوتا ہے۔ سائنس کائنات کی تفصیلات کو سمجھنے کے لیے مشاہدات، تجربات اور منطقی استدلال استعمال

کرتی ہے۔ یہ نقطہ نظر انسان کی حقیقت کو فطری اور مادی سطح پر سمجھتا ہے اور اس میں غیر مرئی یا الہامی تصورات کو جگہ نہیں دی جاتی۔

* سائنسی نقطہ نظر کی خصوصیات:

مشاہدہ اور تجربہ: سائنسی طریقہ کار مشاہدات اور تجربات پر مبنی ہوتا ہے۔ سائنس اس بات کو مانتی ہے کہ صرف وہی حقیقتیں اہم ہیں جو تجربات اور

آزمائشوں سے ثابت کی جاسکیں۔

مادی حقیقتوں پر یقین: سائنس کا ماننا ہے کہ کائنات میں جو کچھ بھی ہے، وہ مادی ہے اور اس کی تفصیل کو سمجھا جاسکتا ہے۔ اس کے مطابق تمام قدرتی عمل فرکس، کیمسٹری، بائیولوجی وغیرہ کے اصولوں کے تحت چلتے ہیں۔

کائنات کا مقصد: سائنسی نقطہ نظر میں کائنات کا مقصد یا اس کی تخلیق کا سوال نہیں اٹھایا جاتا۔ سائنس اس بات کی تفصیل فراہم کرتی ہے کہ کس طرح قدرتی عمل اور قوانین کام کرتے ہیں، مگر اس کا یہ مقصد نہیں ہوتا کہ کائنات کی تخلیق یا اس کے پیچھے کسی عظیم مقصد کو واضح کرے۔

مادی ترقی: سائنسی نقطہ نظر انسان کی فلاح کو مادی ترقی کے ذریعے دیکھتا ہے۔ یہ صحت، تعلیم، ٹیکنالوجی اور معیشت میں ترقی کے ذریعے انسان کے معیار زندگی کو بہتر بنانے کی کوشش کرتا ہے۔

طبعی قوانین: سائنس کا عقیدہ ہے کہ کائنات میں سب کچھ قدرتی قوانین کے تحت چل رہا ہے، جنہیں ہم تجربات اور مشاہدات سے سمجھ سکتے ہیں۔

* دینی اور سائنسی نقطہ نظر کا ہم آہنگی:

اگرچہ دینی اور سائنسی نقطہ نظر میں واضح فرق موجود ہے، مگر دونوں کو مکمل طور پر متضاد یا ایک دوسرے کے مخالف نہیں سمجھنا چاہیے۔ بہت سے لوگ یہ مانتے ہیں کہ دین اور سائنس ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگ ہو سکتے ہیں اور دونوں کی موجودگی انسان کے بہتر فہم کا حصہ ہو سکتی ہے۔ دینی نقطہ نظر روحانی اور اخلاقی رہنمائی فراہم کرتا ہے، جبکہ سائنسی نقطہ نظر کائنات کی حقیقتوں کو سمجھنے اور انسان کی مادی فلاح کو بہتر بنانے کی کوشش کرتا ہے۔

مثال کے طور پر، ایک شخص جو مذہب پر ایمان رکھتا ہے، وہ بھی سائنسی تحقیقات اور ٹیکنالوجی کا فائدہ اٹھا سکتا ہے، جبکہ سائنسدان بھی اللہ کی تخلیق کی بے شمار حکمتوں کو تسلیم کر سکتے ہیں۔ اس طرح، دونوں نقطہ نظر ایک دوسرے کی تکمیل کر سکتے ہیں، بشرطیکہ دونوں کی حدود اور دائرے کا احترام کیا جائے۔

دینی نقطہ نظر میں انسان کو اخلاقی، روحانی اور اخلاقی فلاح کی طرف رہنمائی ملتی ہے، جبکہ سائنسی نقطہ نظر انسان کو مادی حقیقتوں، قدرتی قوانین اور ترقی کی طرف رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ دونوں کے اپنے فائدے ہیں، اور ان کا ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگ ہونا انسان کی مکمل فلاح کے لیے مفید ہو سکتا ہے۔ ایمانی قوتوں کو سائنس سے اور اچھی طرح سمجھا جاسکتا ہے اور اس پہ کافی مواد موجود ہے جس میں ایمان کو سائنس نے ثابت کیا ہے۔

* ایمان بالغیب اور سائنسی نقطہ نظر کا موازنہ۔

ایمان بالغیب اور الحاد میں دینی اور سائنسی نقطہ نظر

ایمان بالغیب اور الحاد، دونوں ہی فلسفہ اور مذہب کے دو بنیادی تصورات ہیں۔ ان دونوں کا دینی اور سائنسی نقطہ نظر مختلف ہے۔

ایمان بالغیب

* دینی نقطہ نظر:

* دینی نقطہ نظر میں ایمان بالغیب کو ایک بنیادی عقیدہ سمجھا جاتا ہے۔

* یہ عقیدہ مذہبی نصوص، تجربات اور روایات پر مبنی ہوتا ہے۔

* سائنسی نقطہ نظر:

* سائنس قابل مشاہدہ اور قابل پیمائش چیزوں پر ہی زور دیتی ہے۔

* سائنس بالغیب چیزوں کو ثابت کرنے کے لیے تجربات اور مشاہدات کو بنیاد بناتی ہے۔

* سائنس دان عموماً ایسے دعوؤں کو قبول کرنے سے گریز کرتے ہیں جنہیں تجرباتی طور پر ثابت نہ کیا جاسکے۔

الحاد

* دینی نقطہ نظر:

* دینی نقطہ نظر میں الحاد کو کفر یا دوری سے دیکھا جاتا ہے۔

* تمام مذاہب میں الحاد کو گناہ سمجھا جاتا ہے۔

* سائنسی نقطہ نظر:

* سائنس کا دائرہ کار طبعی دنیا تک محدود ہے۔

* سائنس خدا کے وجود یا عدم وجود کے بارے میں کوئی حتمی جواب نہیں دے سکتی۔

دونوں میں فرق:

* ایمان بالغیب عقیدے پر مبنی ہے جبکہ سائنس تجربے اور مشاہدے پر مبنی ہے۔

* ایمان بالغیب میں روحانی اور اخلاقی پہلو زیادہ اہم ہوتا ہے جبکہ سائنسی نقطہ نظر میں مادی دنیا کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔

الحاد اور سائنسی سوچ میں موجود مشترکات اور اختلافات۔

الحاد اور سائنسی سوچ دونوں میں کچھ مشترکات اور کچھ اختلافات پائے جاتے ہیں۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

مشترکات:

1. دلیل پر مبنی سوچ: دونوں الحاد اور سائنسی سوچ میں دلیل (Reasoning) کو اہمیت دی جاتی ہے۔ سائنسی تحقیق میں جہاں مشاہدہ، تجربہ اور نتائج کی بنیاد پر نظریات قائم کیے جاتے ہیں، وہاں الحاد بھی عقلی دلیلوں اور منطقی استدلال پر انحصار کرتا ہے تاکہ مذہبی عقائد یا خدا کے وجود کو رد کیا جاسکے۔

2. شک اور سوال کرنے کا عمل: دونوں میں سوالات اٹھانے اور موجودہ عقائد پر شک کرنے کا رجحان پایا جاتا ہے۔ سائنسی تحقیق میں بھی مفروضات اور نظریات پر سوالات اٹھائے جاتے ہیں، اور الحاد میں بھی خدا یا مذہب کے بارے میں سوالات کیے جاتے ہیں۔

3. مادی دنیا پر توجہ: سائنسی سوچ اور الحاد دونوں مادی دنیا اور قدرتی قوانین پر زور دیتے ہیں۔ سائنسی نظریات دنیا کی فطری حقیقتوں کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، جبکہ الحاد میں بھی مادی دنیا کو ہی حقیقت کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے، خدا یا ماورائی قوتوں کی موجودگی کو رد کیا جاتا ہے۔

اختلافات:

1. مذہب کے تصور کا رد: الحاد میں مذہب اور خدا کے وجود کو تسلیم نہیں کیا جاتا، جبکہ سائنسی سوچ ایک مخصوص نقطہ نظر یا موقف نہیں رکھتی۔ یہ وقت کے ساتھ ساتھ بدلتی رہتی ہے۔ سائنس کسی بھی تصور کو بغیر ٹھوس شواہد کے تسلیم نہیں کرتی۔

2. دلیل کی نوعیت: سائنسی طریقہ کار تجربات اور مشاہدات پر مبنی ہوتا ہے، جہاں ہر نظریہ یا دعویٰ کو تجرباتی شواہد سے ثابت یا رد کیا جاسکتا ہے۔ اس کے برعکس، الحاد میں یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ خدا یا مذہب کی غیر موجودگی عقلی دلیلوں اور فلسفیانہ استدلال کی بنیاد پر ثابت کی جاسکتی ہے، جو کہ اکثر ماورائی مسائل سے متعلق ہوتی ہے، جن کی سائنسی تصدیق ممکن نہیں۔

3. ایمان بالغیب اور الحاد کے اثرات فرد اور معاشرتی زندگی پر

ایمان بالغیب اور الحاد دونوں کے فرد اور معاشرتی زندگی پر مختلف اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

ایمان بالغیب:

ایمان بالغیب کا مطلب ہے کہ انسان یقین رکھتا ہے کہ اس کی زندگی اور کائنات میں بہت ساری چیزیں ایسی ہیں جنہیں وہ اپنی حیات سے نہیں دیکھ سکتا لیکن وہ ان پر ایمان رکھتا ہے۔ یہ ایمان ایک روحانی اور اخلاقی قوت فراہم کرتا ہے جو فرد کی شخصیت کو بہتر بنانے میں مددگار ثابت ہو سکتی ہے۔

فرد پر اثرات:

1. روحانی سکون: ایمان بالغیب فرد کو اندرونی سکون اور اطمینان فراہم کرتا ہے کیونکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ اللہ کی مرضی اور قدرت سب کچھ

کنٹرول کر رہی ہے۔

2. اخلاقی بہتری: ایمان بالغیب انسان کو اچھے اعمال کرنے اور برائیوں سے بچنے کی ترغیب دیتا ہے۔

3. دلی تسلی: جب انسان کو اپنے مسائل اور مشکلات کے بارے میں یقین ہوتا ہے کہ اللہ کی طرف سے اس کے لئے کوئی بہتر فیصلہ ہوگا، تو اس سے

فرد کو دل کی تسلی ملتی ہے۔

معاشرتی اثرات:

1. اخلاقی معیار: ایمان بالغیب رکھنے والے افراد عموماً معاشرتی اخلاقی اصولوں کو بہتر طریقے سے اپناتے ہیں، جس سے معاشرت میں بہتری آتی

ہے۔

2. صبر اور برداشت: ایسے افراد دوسروں کی مشکلات کو سمجھنے اور ان کے ساتھ تعاون کرنے میں زیادہ مائل ہوتے ہیں، کیونکہ انہیں یقین ہوتا ہے

کہ اللہ کی حکمت سب کچھ میں شامل ہے۔

3. معاشرتی ہم آہنگی: ایمان بالغیب معاشرتی ہم آہنگی اور یکجہتی کو فروغ دیتا ہے کیونکہ افراد ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور تعاون کی روح میں

جیتے ہیں۔

الجاد:

الجاد کا مطلب ہے خدا یا مذہبی عقائد کے انکار کی حالت۔ ایک فرد اگر الجاد اختیار کرتا ہے، تو وہ مذہب اور روحانیت کو رد کر کے مادی دنیا پر مکمل ایمان

رکھتا ہے۔

فرد پر اثرات:

1. روحانی خلاء: الجاد اختیار کرنے والے افراد میں روحانی سکون کی کمی ہو سکتی ہے کیونکہ وہ کسی اعلیٰ طاقت پر ایمان نہیں رکھتے۔

2. مادی دنیا میں غرقیت: الجاد کے نتیجے میں فرد زیادہ مادی فکر میں مبتلا ہو سکتا ہے، جس سے زندگی کا مقصد صرف مادی کامیابی اور خوشی کے حصول

تک محدود ہو جاتا ہے۔

3. اخلاقی بے راہ روی: بعض اوقات الجاد افراد کو اخلاقی اصولوں میں لچک یا فلکس کی اجازت دیتا ہے، جس سے ان کے اعمال میں بے راہ روی

ہوتی ہے۔

معاشرتی اثرات:

1. اجتماعی تفرقات: اگر معاشرے میں بہت سے افراد الحاد کی طرف مائل ہوں، تو مذہب اور روحانیت پر مبنی معاشرتی اخلاقی معیار کمزور ہو سکتے ہیں، جو کہ اجتماعی طور پر تفرقات اور اخلاقی بحران کا سبب بن سکتا ہے۔

2. انفرادیت کا بڑھنا: الحادی معاشرے میں افراد زیادہ فردی زندگی گزارنے کی طرف مائل ہو سکتے ہیں، اس کے نزدیک اصول لا الہ الا الانسان کا ہے۔ جس سے اجتماعیت اور ہم آہنگی میں کمی آتی ہے۔

3. مفادات کی کشمکش: الحاد کی طرف مائل افراد کو مادی چیزوں میں خوشی اور سکون ملتا ہے، لیکن یہ اکتا اوقات فرد کے مفادات کو دوسروں کے مفادات سے ٹکرا سکتا ہے، جس سے معاشرتی کشمکش یا اختلافات بڑھ سکتے ہیں۔

* ایمان بالغیب فرد اور معاشرتی زندگی پر مثبت اثرات مرتب کرتا ہے، جیسے کہ روحانی سکون، اخلاقی بہتری، اور معاشرتی ہم آہنگی۔ اس کے برعکس، الحاد فرد کی روحانیت اور اخلاقی معیار کو کم کر سکتا ہے اور معاشرتی روابط میں تفرقات پیدا کر سکتا ہے۔

دونوں نظریات کا معاشرتی نظم و نسق، فرد کی فلاح و بہبود، اور روحانیت پر اثر۔

ایمان بالغیب اور الحاد دونوں کے معاشرتی نظم و نسق، فرد کی فلاح و بہبود، اور روحانیت پر مختلف اثرات پڑتے ہیں۔ ان دونوں نظریات کا انسانوں کی زندگی، تعلقات، اور اجتماعی تنظیم پر مختلف طریقوں سے اثر ہوتا ہے۔

1. ایمان بالغیب کا اثر:

الف) معاشرتی نظم و نسق:

اخلاقی اصولوں کی بنیاد: ایمان بالغیب عموماً مذہبی عقائد اور اخلاقی اصولوں پر مبنی ہوتا ہے، جو افراد اور معاشروں کے لیے ایک مضبوط اخلاقی ڈھانچہ فراہم کرتا ہے۔ یہ اصول انسانی حقوق، انصاف، امانت داری، اور شفقت جیسے اہم سماجی قدر کی ترویج کرتے ہیں۔

سماجی ہم آہنگی: ایمان بالغیب لوگوں میں اجتماعی ذمہ داری اور ہمدردی پیدا کرتا ہے، کیونکہ یہ لوگوں کو یہ سکھاتا ہے کہ وہ اپنے عمل کا حساب اللہ یا کسی اعلیٰ قوت کے سامنے دیں گے۔ اس سے افراد میں ایک دوسرے کے ساتھ معاونت اور محبت کی فضا قائم ہوتی ہے۔

روحانی سکون: ایمان بالغیب افراد کو روحانی سکون فراہم کرتا ہے، کیونکہ وہ ایمان رکھتے ہیں کہ خدا کی مشیت میں ہر چیز کا ایک مقصد ہوتا ہے، چاہے حالات کتنے بھی کٹھن ہوں۔ اس سے افراد کے درمیان اضطراب اور ذہنی دباؤ کم ہو سکتا ہے۔

ب) فرد کی فلاح و بہبود:

اخلاقی رہنمائی: ایمان بالغیب انسانوں کو صحیح اور غلط کے درمیان تمیز سکھاتا ہے، جس سے فرد کی زندگی میں استحکام آتا ہے۔ یہ مذہبی تعلیمات فرد کو معاشرتی بھلائی کے کاموں میں مشغول کرنے کی ترغیب دیتی ہیں، جیسے صدقہ دینا، دوسروں کی مدد کرنا، اور اپنی ذات کی بہتری کے لیے جدوجہد کرنا۔

روحانی سکون: مذہب اور ایمان بالغیب فرد کو روحانی سکون فراہم کرتا ہے، جو ذہنی اور جذباتی تناؤ کو کم کرتا ہے۔ انسان جب اپنے ایمان پر پختہ یقین رکھتا ہے، تو وہ زندگی کی مشکلات کو بہتر طور پر برداشت کرتا ہے۔

ج) روحانیت:

ایمان بالغیب روحانیت کی جڑوں سے گہرا تعلق رکھتا ہے۔ افراد اپنے روحانی سفر میں ایمان کی روشنی کو اختیار کرتے ہیں اور خدا کے ساتھ تعلق مضبوط کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ تعلق انسان کو اپنے اعلیٰ مقصد کی جانب رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ ایمان بالغیب اور الحاد دونوں کا معاشرتی نظم و نسق، فرد کی فلاح و بہبود اور روحانیت پر مختلف اثرات ہیں۔ ایمان بالغیب عموماً مضبوط اخلاقی اصولوں، سماجی ہم آہنگی اور روحانی سکون کی ترویج کرتا ہے۔ الحاد انفرادی آزادی، عقل و تجربے پر مبنی اخلاقی رہنمائی، اور سائنسی تفہیم کو اہمیت دیتا ہے، اور یہ انسان کو اپنی تقدیر کا خود مالک سمجھتا ہے۔

الحاد کار اور ایمان بالغیب کی افادیت

1. الحاد کار

الحاد میں عام طور پر دو پہلو ہوتے ہیں:

انکارِ خدا: کچھ لوگ ایمان رکھتے ہیں کہ خدا کا وجود نہیں ہے اور دنیا قدرتی یا حادثاتی عمل سے وجود میں آئی ہے۔ جس کو ہم بیگ بینگ تیوری سے جانتے ہیں کہ ایک دھماکہ ہو اور ساری دنیا خود بخود وجود میں آگئی۔ انکارِ دین: کچھ افراد دین کی تعلیمات کو بے بنیاد یا غیر معقول سمجھتے ہیں۔

الحاد کار کرنے کی مختلف دلیلیں:

فطری دلائل: انسان کی فطرت میں خدا کا تصور موجود ہے، اور اس کا انکار ایک غیر فطری عمل سمجھا جاتا ہے۔ ہر انسان کو اندر سے یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ کسی عظیم ہستی سے جڑ سکے۔ روس کا مشہور ادیب و فلسفی ٹالسٹائی (1828_1910) مذہب سے منحرف ہونے کے بعد جب دوبارہ ایمان لایا تو اس نے "اے گنفسٹن" کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ اس میں ایک مقام پر کہتا ہے:

نوع انسان کسی نہ کسی ایمان کے سہارے جی رہی ہے اور اسی سے منزل کا تعین ہوتا ہے۔ انسانی نفس کی گہرائی میں ایک لامحدود فیاض اور بے مثال خدا کا تصور موجود ہے جس سے رابطہ قائم ہونے کے بعد دل کت سکون حاصل ہوتا ہے۔

کائناتی دلائل: کائنات کی تخلیق، اس کی ہم آہنگی، اور اس میں ہونے والی تبدیلیاں اس بات کی دلیل ہیں کہ یہ کسی اعلیٰ ہستی کی تخلیق ہیں۔ جب ہم کائنات کو دیکھتے ہیں، تو اس کا وجود بغیر کسی حکمت کے نہیں ہو سکتا۔ انگلستان کا ایک طبعی جارج ارل ڈیوس کہتا ہے:

"میں مدت سے کئی نات کے پیچیدہ نظام کا مطالعہ کر رہا ہوں اور اس نتیجہ پہ پہنچا ہوں کہ ایک ذرے سے لے کر آفتاب تک ہر جگہ ایک حیرت انگیز نظم و نسق پایا جاتا ہے۔ روشنی کی ہر شعاع قطرہ شبنم کی ہر لرزش اور ہر فطری و کیمیائی تغیر پابند آئی ہے۔ یہ امر ناقابل تصور ہے کہ یہ نظم و ضبط اور ترتیب کسی ناظم کے بغیر خود بخود وجود میں آگئی۔" انسانی بدن میں کان، آنکھ، دل، جگر اور دماغ اس قدر پراسرار پیچیدہ مشینیں ہیں کہ انسان انہیں سمجھ تک نہیں سکتا۔ سواک پیدا ہوتا ہے کہ ان کا خالق کون ہے۔ جواب ایک یہ ہے کہ اللہ" (الحاد مغرب اور ہم ص 47-48)

اخلاقی دلائل: اخلاقی اصولوں کا وجود اس بات کا ثبوت ہے کہ کوئی ایسی ہستی ہے جس نے انسانوں کو اچھائی اور برائی کا شعور دیا۔ الحاد میں اخلاقی اصولوں کا غیر فطری یا نسبتی بنیاد پر تصور پیش کیا جاتا ہے، جس سے معاشرتی نظام متاثر ہوتا ہے۔

تجرباتی دلائل: لوگوں کے روحانی تجربات، جو مختلف اوقات اور جگہوں پر مختلف افراد نے کیے ہیں، اس بات کا ثبوت ہیں کہ اللہ کا وجود اور اس کی ہدایات سچائی پر مبنی ہیں۔

2. ایمان بالغیب کی افادیت:

روحانی سکون اور تسلی: ایمان بالغیب انسان کو دنیا کی مشکلات اور آزمائشوں کے دوران سکون فراہم کرتا ہے۔ جب انسان یہ سمجھتا ہے کہ اس کی تقدیر اور اس کی زندگی کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے، تو وہ ذہنی سکون حاصل کرتا ہے۔

مقصد کی شناخت: ایمان بالغیب انسان کو اپنی زندگی کا مقصد اور صحیح سمت میں رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ یہ ایمان اسے ایک اعلیٰ مقصد کی طرف رہنمائی کرتا ہے، جس سے اس کی زندگی میں معنویت آتی ہے۔

مکمل رہنمائی: ایمان بالغیب انسان کو اللہ کی طرف سے دی گئی ہدایات کی پیروی کرنے کی ترغیب دیتا ہے، جس سے انسان صحیح راستے پر چلتا ہے۔

اخلاقی قوت: ایمان بالغیب انسان کے اخلاق اور کردار کو بہتر بناتا ہے۔ جب انسان یہ یقین رکھتا ہے کہ اللہ ہر چھوٹے سے بڑے عمل کو دیکھ رہا ہے، تو وہ اچھے اعمال کی طرف راغب ہوتا ہے اور گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔

دنیوی اور اخروی کامیابی: ایمان بالغیب انسان کو دونوں جہانوں کی کامیابی کی طرف رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ دنیا میں وہ اللہ کی رضا کے مطابق زندگی گزارتا ہے اور آخرت میں اسے اس کے اعمال کا بہترین بدلہ ملتا ہے۔

الحاد کا رد اور ایمان بالغیب کی افادیت دونوں انسان کے عقیدہ، فطرت اور روحانیت کے حوالے سے انتہائی اہم ہیں۔ الحاد کے رد میں عقلی، کائناتی اور تجرباتی دلائل اہم ہیں، جبکہ ایمان بالغیب انسان کی زندگی کو مقصد، سکون، اخلاقی رہنمائی اور اخروی کامیابی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ یہ دونوں ہی انسان کے حقیقی ایمان اور اس کے روحانی سفر میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

1. اسلامی رد الحاد

الحاد کے رد میں قرآن مجید کی آیات و احادیث

اللہ تعالیٰ کا وجود اور اس کی ذات کی عظمت:

* قرآن مجید: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی ذات کی عظمت اور اس کی قدرت کے بارے میں بے شمار آیات موجود ہیں۔ مثلاً:

* "الَّذِي يَدَّبُّرُ الْعِلْمِ تَطْمِئِنُّ الْقُلُوبُ" (الرعد: 28) - یقیناً اللہ کا ذکر کرنے سے دلیں مطمئن ہوتی ہیں۔

* "وَسَخَّرَ لَكُم مِّنَ السَّمَاوَاتِ وَمِنَ الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ ۗ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْتَبِرُونَ" (الجماعیہ: 13) - اور اس نے آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے

تمہارے لیے مسخر کیا، سب اس کی طرف سے ہے۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔

* احادیث: احادیث میں بھی اللہ تعالیٰ کی ذات کی عظمت اور اس کی قدرت کے بارے میں بہت سی باتیں بیان کی گئی ہیں۔ مثلاً:

* حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو شخص مجھ پر ایک قدم میرے نزدیک آتا

ہے تو میں اس کی طرف ایک قدم بڑھتا ہوں، اور جو شخص مجھ پر ایک قدم چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دو قدم بڑھتا ہوں۔" (بخاری شریف)

کائنات کی نشانیاں اور اس کی تخلیق:

* قرآن مجید: قرآن مجید میں کائنات کی نشانیوں اور اس کی تخلیق کے بارے میں بہت سی آیات موجود ہیں۔ مثلاً:

* "أَوَلَمْ يَرِ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ" (الانبیاء: 30) - کیا کافروں نے نہیں دیکھا کہ

آسمان اور زمین ملا ہوا تھے پھر ہم نے انہیں جدا کیا اور ہر زندہ چیز کو پانی سے پیدا کیا؟ تو کیا وہ ایمان نہیں لاتے؟

* احادیث: احادیث میں بھی کائنات کی نشانیوں اور اس کی تخلیق کے بارے میں بہت سی باتیں بیان کی گئی ہیں۔ مثلاً:

* حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے لے کر قیامت تک کا

سب سے بڑا معجزہ، رات اور دن کا بدلنا ہے۔" (مسلم شریف)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت:

* قرآن مجید: قرآن مجید میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی صداقت کے بارے میں بہت سی آیات موجود ہیں۔ مثلاً:

* "وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ" (الانبیاء: 107) - اور ہم نے آپ کو صرف جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

* احادیث: احادیث میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی صداقت کے بارے میں بہت سی باتیں بیان کی گئی ہیں۔ مثلاً:

* حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں تم میں سے ہر ایک سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور

تم سے زیادہ اللہ کا خوف رکھنے والا ہوں۔" (بخاری شریف)

آخرت اور قیامت:

* قرآن مجید: قرآن مجید میں آخرت اور قیامت کے دن کے بارے میں بہت سی آیات موجود ہیں۔ مثلاً:
 * "وَ أَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا وَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَنْ فِي الْقُبُورِ" (الحج: 7)۔ اور یہ کہ قیامت ضرور آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں اور یہ کہ اللہ قبر میں پڑے ہوئے لوگوں کو اٹھائے گا۔

* احادیث: احادیث میں بھی آخرت اور قیامت کے دن کے بارے میں بہت سی باتیں بیان کی گئی ہیں۔ مثلاً:
 * حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دنیا ایک بازار ہے، اور ہر شخص اس میں ایک تاجر ہے۔"
 (بخاری شریف)

قرآن مجید اور احادیث میں اللہ تعالیٰ کی ذات کی عظمت، کائنات کی نشانیاں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت، آخرت اور قیامت کے دن کے بارے میں بہت سی واضح دلائل موجود ہیں۔
 الحاد کا رد قرآن مجید اور حدیث شریف میں مختلف دلائل اور آیات کے ذریعے کیا گیا ہے جو خدا کی ہستی، اس کے صفات اور اس کی قدرت کو ثابت کرتے ہیں۔ قرآن مجید اور حدیث میں الحاد کو رد کرنے کے لیے جو دلائل دیے گئے ہیں، وہ عقل، فطرت، کائنات، اور انسانی تجربات پر مبنی ہیں۔

1. قرآن مجید کی آیات:

الف) خدا کا وجود اور اس کی نشانیوں کا انکار نہیں ہو سکتا

سورۃ آل عمران (3: 190-191):

"زمین و آسمان کی تخلیق میں، رات اور دن کے باری باری آنے جانے میں عقل رکھنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔ وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں اور کہتے ہیں: اے ہمارے رب! تو نے یہ سب بے مقصد پیدا نہیں کیا۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی نشانیاں دکھائی گئی ہیں جو انسان کو اللہ کے وجود کی حقیقت کا شعور دلانے کے لیے کافی ہیں۔

سورۃ الانبیاء (21: 56):

"تو نے یہ نہیں سمجھا کہ ہم نے زمین اور آسمانوں کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، کھیل کے طور پر نہیں بنایا؟"

اس آیت میں قرآن الحاد کی طرف اشارہ کرتا ہے اور انسان کو یاد دلاتا ہے کہ کائنات کو بے مقصد یا حادثاتی طور پر نہیں بنایا گیا، بلکہ اس کی پیچھے ایک حکمت اور مقصد ہے۔

ب) کائنات کا وجود اللہ کی قدرت کی نشانی ہے

سورة الروم (30:48):

"اللہ وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کو حرکت دیتا ہے، اس نے تمہارے لیے ہر چیز کا سامان بنایا۔"
یہاں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ذکر کیا گیا ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کائنات کا ہر جزو اللہ کی مشیت کے تحت ہے، اور اس کا انکار الحاد ہے۔
سورة الذاریات (51:47):

"اور ہم نے آسمان کو طاقت کے ساتھ بنایا اور ہم ہی اس کے پھیلانے والے ہیں۔"
یہ آیت کائنات کی وسعت اور تخلیق میں اللہ کی قدرت کو ظاہر کرتی ہے، جو کہ کسی حادثاتی یا بے مقصد عمل کا نتیجہ نہیں ہو سکتی۔

ج) انسان کی فطرت میں خدا کا اعتراف

سورة الروم (30:30):

"پس اپنی طبیعت کے مطابق اللہ کی طرف رخ کرو، جو اللہ کی فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا۔"
انسان کی فطرت میں اللہ کا اعتراف اور اس کی ہستی کا شعور پایا جاتا ہے، اور یہ فطری ہے کہ انسان اپنے رب کا ایمان رکھے۔

د) دنیا کے نظام میں حکمت اور مقصد

سورة البقرہ (2:164):

"آسمانوں اور زمین کی تخلیق، رات اور دن کا بدلنا، کشتی کا دریا میں چلانا، اس کا بارشوں کے ذریعہ زندگی بخشنا اور مخلوق کا پیدا کرنا۔ ان تمام چیزوں میں اللہ کی نشانیاں ہیں۔"

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ کائنات میں ہونے والی ہر چیز کا مقصد اور اس میں حکمت ہے، جو الحاد کے تصور کو رد کرتا ہے۔

2. احادیث میں الحاد کا رد

الف) رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے:

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: 'میں وہ ہوں جو تمہاری دعاؤں کا جواب دیتا ہوں، اور میں تمہارے ساتھ ہوں، تم جب بھی مجھے پکارو گے، میں تمہارے قریب ہوں گا۔'" (صحیح مسلم)

اس حدیث میں اللہ کی موجودگی اور اس کی ہدایت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، جو الحاد کے نظریے کے برعکس ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے:

"اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: تمہارا رب تمہاری ہدایت کی طرف اشارہ کر رہا ہے، اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔" (صحیح بخاری)

یہ حدیث اللہ کی واحدیت کی تصدیق کرتی ہے، اور اس کا انکار الحاد کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

ب) اللہ کی قدرت اور تخلیق کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے:

"اللہ کی عظمت کا شعور، اس کی تخلیق اور قدرت کے آیات کو سمجھنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔"

اس حدیث میں اللہ کی عظمت اور قدرت کی گواہی دی گئی ہے، جو انسان کو اس کے انکار کی طرف راغب نہیں ہونے دیتی۔

الحاد کا انکار کرنے والی قرآن و حدیث کی یہ آیات اور روایات اس بات کی وضاحت کرتی ہیں کہ کائنات کا ہر ذرہ اور ہر عمل اللہ کی قدرت کی علامت ہے

اور اس کا انکار کرنے والا شخص حقیقت سے دور ہے۔ قرآن میں بار بار اس بات کا ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ نے انسان کو اپنی فطرت میں اس کے وجود کا

شعور دیا ہے، اور یہی انسان کا فطری عقیدہ ہے۔ الحاد انسان کے فطری انکار اور کائنات کی حقیقت کو نظر انداز کرنے کے مترادف ہے۔

قرآن مجید اور حدیث کی روشنی میں الحاد کا رد کیا گیا ہے۔ اللہ کی ہستی اور اس کی قدرت کی نشانیاں ہر طرف موجود ہیں، اور یہ تمام دلائل انسان کو اس

بات پر قائل کرتے ہیں کہ اللہ کا وجود قطعی اور حقیقت ہے۔ ان آیات اور احادیث میں اللہ کی قدرت، حکمت، اور موجودگی کی جو گواہیاں پیش کی گئی

ہیں، وہ الحاد کے نظریات کو رد کرتی ہیں اور انسان کو اللہ کی ہدایت کی طرف راغب کرتی ہیں۔

مستقبل کے لیے سفارشات

آخر میں کچھ تجاویز میں اہل علم کے سامنے رکھنا چاہوں گی۔

1۔ موجودہ زمانہ کا الحاد اور اس کا مقابلہ کے عنوان سے کسی معتبر علمی ادارے کو کانفرنس منعقد کرنی چاہیے اور ملحدانہ شکوک و شبہات کا مضبوط

سائنٹیفک (scientific) حکیمانہ جواب دینا چاہیے۔

2۔ نوجوانوں پر الحاد کی کیا اثرات ہیں اور کتنے لوگ الحاد کے رنگ برنگے شبہات کے شکار ہو چکے ہیں، اس کی فیلڈ اسٹڈی (Feild study) ہونی

چاہیے۔ یہ چیز ہمارے معاشرے میں یا کہہ لیجیے اسلامی معاشرے میں تقریباً ناپید ہے، اسی کے ساتھ الحاد کا مقابلہ کرنے کا کیا طریقہ ہو، اس حوالے سے

تجاویز بھی پیش کی جائیں۔

3۔ عقیدہ، دعوت و ثقافت اور تربیت کے اعلیٰ تعلیمی مراحل سے جڑے طلبہ کو ٹھوس علمی تھیسس (Thises) اور مقالات کے ذریعے سے اس تباہ کن

فکر کا مقابلہ کرنے کی دعوت دی جائے۔

4۔ انٹرنیٹ سے مربوط طلبہ اور مبلغین کو دعوت دی جائے کہ وہ ملحدین اور ان کے شکوک و شبہات کا ہر طرح سے مقابلہ کریں۔

5. یونیورسٹیز میں عقیدہ کے شعبے میں ایسے عالمی پروگرامز اور نصاب مرتب کریں جو طلبہ کو اس فکر کا مقابلہ کرنے کا اہل بناتے ہوں، کیونکہ یہ پہلو ذاتی نقطہ نظر سے طلبہ کی زیادہ توجہ اور زیادہ اہلیت چاہتا ہے۔

6. نوجوانوں کو تعلیمی نصاب کے اندر یا خارج مطالعہ میں ایک ایسی کتاب پڑھائی جائے جو اس موضوع پر ایک حکیمانہ علمی اسلوب میں لکھی گئی ہو۔

حوالہ جات

1. سورة بقره 2. 3
2. في ضلال القرآن ج اول ص 47
3. سورة الانعام 91
4. سورة الانفال 27
5. الاحزاب
6. بقره 62
7. الحديد 19

8. مجادلہ 22
9. بقرة 143
10. معارف الحدیث ج اول ص 58
11. بقرة 285
12. بقرة 177
13. نساء 136
14. الحجرات 15
15. ابن شیبہ المصنف 6 ص 170
16. شرح المقاصد ج 3 ص 42
17. شرح فقہ اکبر ص 143
18. نفسیات ووردات روحانی ص 271
19. خدا موجود ہے 220
20. بقرة 255
21. الرعد 4
22. پاکستانی معاشرہ میں الحاد کے اسباب و اثرات 2021 پبلشر The University of Agriculture Peshawar al. Azhar
23. الحاد مغرب اور ہم آ آر پرینٹرمئی 2014
24. الحاد جدید کے مغربی اور مسلم معاشرے پر اثرات (مبشر نذیر) جامعہ کراچی دارالتحقیق برائے علم و دانش
25. الحاد مغرب اور ہم آ آر پرینٹرمئی 2014
26. دوسرے سرمایہ داری ص 15,16 الغزالی پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹر آؤدو بازار کراچی طبع اول جون 2021
27. الحاد و مسائل، خطرات، اور علاج. (ڈاکٹر صالح بن عبدالعزیز) اشاعت اپریل 2023 تالیف ڈاکٹر صالح بن عبدالعزیز سندی
28. الحاد جدید کے مغربی اور مسلم معاشرے پر اثرات (مبشر نذیر) جامعہ کراچی دارالتحقیق برائے علم و دانش

کتابیات:

- * دورس سرمایہ داری الغزالی پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹر آؤدوبازار کراچی طبع اول جون 2021
- * الحاد مغرب اور ہم (ڈاکٹر غلام جیلانی برق). آرپرینٹرمئی 2014
- * الحاد جدید کے مغربی اور مسلم معاشرہ پر اثرات (مبشر زبیر). جامعہ کراچی دارالتحقیق برائے علم و دانش
- * ایمان بالغیب حقیقت اور اقسام. (حافظ ابشام الہی ظہیر) حافظ ابشام الہی ظہیر ناشر دارالقرآن والسنة لاہور منگل 3 جون 2014
- * ایمان، الحاد اور وجودی. مفروضات (عمار ناصر) عمار ناصر com الحاد ویب سائٹ
- * ایمان والحاد کے مابین علم و دانش کا مقام و مرتبہ. اسلام۔۔۔۔۔ کیوں 2018 com ویب سائٹ
- * الحاد "وسائل خطر اور علاج. (ڈاکٹر صالح بن عبدالعزیز) اشاعت اپریل 2023 تالیف ڈاکٹر صالح بن عبدالعزیز سندھی
- * الحاد کی اقسام اسباب وجوہات و علاج. ڈاکٹر زبیر com الحاد ویب سائٹ
- * مغربی دنیا میں الحاد کے بنیادی اسباب. سمیع اللہ سعدی com. الحاد ویب سائٹ
- * مغرب میں الحاد کی ابتدا کیسے ہوئی۔ شیخ سلمان بن فہد العودہ com الحاد ویب سائٹ
- * الحاد جدید اور ہم (مقالہ) ساجد حمید اشاعت جولائی 2017 ماہنامہ اشراق
- * اردو محفل. گوگل ویب سائٹ
- * مذاہب عالم میں تصور خدا. ڈاکٹر ذاکر نائیک ناشر زبیر پبلشرز لاہور اتوار 28 اگست 2022
- * اسلام دین فطرت ہے تو لوگ ملحد کیوں ہو رہے ہیں. مفتی تقی عثمانی. com الحاد ویب سائٹ
- * پاکستانی معاشرہ میں الحاد کے اسباب و اثرات۔ 2021، 25 December، پبلشرز al. Azhar The University of Agriculture Peshawar